

شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ

خادم الحرمين الشريفین کی رحلت

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله (ﷺ) وبعد!

قارئین کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

23 جنوری 2015ء بمطابق ۲ ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ بروز جمعہ علی الصباح عالم اسلام سمیت دنیا کے تمام ممالک میں یہ افوناک خبر پہنچی کہ سعودی فرمانروا، خادمِ حرمین شریفین شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون چونکہ اس وقت ماہنامہ ”دعوتِ اہل حدیث“ کا ماہِ فردی 2015ء کا شمارہ قائل ہو چکا تھا، لہذا ماہِ مارچ کے شمارہ میں خادمِ حرمین شریفین کی خدمات و سوانح پر چند معروضات ہدیہ قارئین ہیں۔

شاہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ بروز جمعہ بعد نماز عصر ریاض سعودی عرب کی جامع مسجد امام ترکی بن عبداللہ میں ادا کی گئی، جس میں بھی ممالک کے سربراہان سمیت ہزاروں افراد نے شرکت کی بعد ازاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی میت کو ریاض کے العود قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ شاہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ یکم اگست 1924ء کو پیدا ہوئے اور یکم اگست 2005ء کو شاہ فہد بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد سعودی فرمانروا کے منصب پر فائز ہوئے، شاہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے 91 برس عمر پائی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے باوجود دنیا کی امیر ترین شخصیت ہونے کے، اپنے برادرِ عزیز ملک فہد بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے لئے منتخب کردہ لقب ”خادم الحرمين الشريفین“ کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ آپ اس لقب کے استعمال پر فخر محسوس کرتے تھے۔

اگر ملک فہد رحمۃ اللہ علیہ نے ”ملک فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس قائم کیا اور اغلاط سے پاک، مستند حوالا بات سے مزین با تفسیر قرآن مجید کی نشر و اشاعت کر کے اسے بلا معاوضہ دنیا کے گوشہ گوشہ تک پہنچانے کے کام کا آغاز کیا تو شاہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مبارک کام میں بھی ممتا اضافہ کر کے اسے خوب پروان چڑھایا۔

شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو مذہب، تاریخ اور عرب ثقافت کے موضوعات سے خاص دلچسپی تھی، آپ نے اپنے دور میں مملکت کی ترقی پر خصوصی توجہ دی اور تعلیم، محنت اور معیشت کے شعبوں میں کئی بڑے منصوبے شروع کئے اور اس سلسلے میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نمایاں کارناموں میں مسجد الحرام اور مسجد نبوی کی توسیع کے تاریخی منصوبے، ۱۴ اقتصادی شہروں کے قیام کا منصوبہ، شاہ عبداللہ یونیورسٹی، پرنس نور ایونیورسٹی کا قیام اور کئی بڑے فلاحی منصوبے شامل ہیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سعودی عدالتی نظام کی تکمیل نو کی بھی منظوری دی۔

توسیعِ حرمین کے متعلق تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس خواہش کا اظہار بھی فرمایا تھا کہ توسیع کی تکمیل، میں اپنی زندگی میں اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا

ہوں لیکن بندے کی چاہت پر مشیت ایزدی غالب آگئی، اور یہ توسیع کلی طور پر تو مکمل نہ ہو سکی البتہ آپ کی وفات کے وقت یہ توسیع تکمیل کے آخری مراحل میں داخل ہو چکی تھی، یوں کافی حد تک اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کی یہ خواہش پوری فرمادی۔ اس توسیع کی تکمیل پر مسجد حرام و مسجد نبوی میں مزید لاکھوں نمازیوں کی گنجائش پیدا ہو جائے گی اور یہ شاہ عبداللہ ﷺ کیلئے ناقیامت عظیم صدقہ جاریہ ہوگا۔ ان شاء اللہ

آپ ﷺ کی دور میں پاکستان اور سعودی عرب کے تعلقات نہایت خوش گوار رہے اور ہر مشکل گھڑی میں سعودی حکومت نے پاکستان کی دل کھول کر مدد کی خصوصاً ایٹمی دھماکوں کے بعد امریکی معاشی و اقتصادی پابندیاں لگنے کے بعد سعودی عرب نے پاکستان کو تنہا ہو جانے کا احساس تک ہونے نہیں دیا اور وہ وطن عزیز کا پشتیبان بن گیا۔

ایسے مواقع بھی آئے کہ وطن عزیز میں آنے والے طوفانوں و سیلابوں اور ناگہانی آفتوں کے ایام میں سعودی عرب کے وزراء، سفراء عیدین جیسے اہم ترین تہواروں میں بھی آفت زدہ پاکستانی بھائیوں کے ہمراہ رہے، ان میں خوشیاں بائیں اور انہیں تسلیاں دیں اور یہ سب کچھ شاہ عبداللہ ﷺ کی خصوصی ہدایات پر ہوا۔ اور ”حجۃ کا یہ سلسلہ بہت پرانا ہے“ کے مصداق شاہ عبداللہ ﷺ اور وطن عزیز پاکستان کے مابین پیار بھرا یہ تعلق بہت قدیم تھا۔ یہ بات شاید بہت کم لوگوں کے علم میں ہو کہ شاہ عبداللہ ﷺ دنیا کی وہ واحد شخصیت ہیں جنہوں نے کھوڑے کے پاکستانی ایٹمی پلانٹ کا دورہ کیا، جب وہ سعودی ولی عہد تھے، ایٹمی پلانٹ کے دورہ کے اختتام پر انہوں نے پاکستان کے محسن اعظم ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ یہ شاہ عبداللہ ﷺ کی وطن عزیز پاکستان سے والہانہ محبت کی بین دلیل ہے۔

شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز ﷺ میں حکمرانوں والی اکڑوں، نخوت، غرور نام کی کوئی چیز نہیں تھی، بلکہ آپ درست بات کو خندہ پیشانی سے قبول کرنے والے تھے، وہ بات کہنے والا ان کے مقام و منصب کے مقابلہ میں خواہ کتنا ہی ادنیٰ مرتبہ والا کیوں نہ ہو، آپ بغیر جوں و چرا اس کی بات قبول کر لیتے، اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے جو نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے پاس پیش آیا، اور ایک ویڈیو کلپ کی صورت میں راقم کی نظر سے گزرا، ملاحظہ ہو:

ایک مرتبہ آپ ﷺ اللہ کے نبی ﷺ کی قبر مبارک کے پاس آئے قبر کی طرف چہرہ کر کے دما کیلئے ہاتھ اٹھائے، مین اس موقع پر ایک معلم لوگوں کی حیرت تا، دوڑتا ہوا آیا اور شاہ عبداللہ ﷺ کے کان میں سرگوشی کی معلّم کی بات سنتے ہی آپ ﷺ نے نیلخت اپنا چہرہ قبلہ کی طرف کر لیا۔ دیکھنے والے اس عمل سے اخذ کر سکتے تھے کہ سعودی فرمانروا آپ ﷺ کی قبر سے مدد طلب کر رہے ہیں، لہذا شاباش ہو اس معلم کو جس نے اپنا فریضہ بخوبی نبھایا اور آفرین ہو وقت کے حکمران، سعودی فرمانروا شاہ عبداللہ ﷺ کو جنہوں نے صرف یہ کہ یہ نکتہ سمجھا بلکہ فوراً قہر رخ ہو گئے، تاکہ کوئی بد عقیدہ اس واقعہ کو اپنی بد عقیدگی کی بنیاد نہ بنالے۔ رحمہ اللہ رحمتہ واسعہ

قارئین کرام! کل نفس ذاتھ الموت کے تحت، ہر انسان پر موت کا آنا اٹل ہے، لیکن اگر موت ایسے شخص پر آئے جو بخندہ عقیدہ کا حامل، قرآن و حدیث پر حامل اور حرمین شریفین و حجاج و معتمرین کا خادم ہو تو ایسے شخص کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ ان شاء اللہ اس کی روح آسمانوں میں جہاں جہاں سے گزرے گی تو اس کی جانب سے پھونکنے والی پاکیزہ خوشبو کی بناء پر فرشتے ایک دوسرے سے استفسار کریں گے کہ یہ کس صالح انسان کی روح ہے؟ اور ایسی روح کیلئے ان شاء اللہ ضرور یہ دل نواز آواز بلند ہوگی: [يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ ٱزْجِیْ إِلَى رَبِّكَ وَٱحْیِیةٌ مَّرْجِیةٌ ۖ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبْدِیْ ۖ وَادْخُلِیْ جَنَّۃً ۙ]

اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ بدیع التفاسیر

شیخ العرب والعجم
علامہ سید ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ
افادات

قسط 165

طبرانی، ابن ابی شیبہ، ابن مردویہ، حاکم اور بیہقی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اس قسم کی روایات لائے ہیں جن میں سے بعض کے الفاظ یہ ہیں:
انزل القرآن فی لیلة القدر جملة واحدة الى السماء الدنيا وكان بمواقع النجوم وكان الله نزلہ علی الرسول ﷺ بعضہ فی اثربعض.
یعنی: مکمل قرآن لیلة القدر میں آسمان دنیا تک نازل ہوا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بقدر ضرورت نازل کیا۔
نیز سیوطی نے اس قول کے متعلق فتح الباری سے نقل کیا ہے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ: هو الصحيح المعتمد۔ یعنی یہی قول صحیح اور معتبر ہے۔

فائدہ: قرآن مجید کے یوں دوسرے نازل ہونے کے بارے میں علماء نے چند حکمتیں بیان کی ہیں: مثلاً شیخ ابو شامہ المرشد الوجیز میں لکھتے ہیں کہ: لوح محفوظ سے آسمان دنیا تک اس لئے نازل کیا گیا کہ آسمانوں کے تمام فرشتے جان لیں کہ یہ آخری نازل ہونے والی کتاب ہے اور جن کی طرف نازل کی جائے گی وہ آخری رسول ہیں اور ان کی امت آخری امت ہے، اور اس کے بعد حسب ضرورت نازل ہوتا رہا جس سے رسول اللہ ﷺ کی عورت میں اضافہ ہوتا رہا، کبھی بشارت، کبھی تنبیہ، کبھی دشمنوں کے اعتراضات کے جواب، کبھی منافقین کی سازش اور خفیہ شراوتوں کا پول کھولنے کیلئے اور کبھی لوگوں کے پوچھے گئے مسائل

تیسری فصل: کیفیت نزول کے بارے میں
کیفیت نزول کے متعلق قرآن کریم میں مذکور ہے کہ: [وَقَدْ آتَاكَ كَرُمًا لِّعَفْرَاءَ عَلَى النَّفَّاسِ عَلَى مُكْثٍ وَنُزْلُهُ تَنْزِيلًا] (نبی اسرائیل: ۱۰۶) [وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً كَذَلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا] (الفرقان: ۳۲)

ایک اور مقام پر فرمایا: [شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ] (البقرة: ۱۸۵)
اور دوسرے مقام پر فرمایا: [إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ] (القدر: ۱)

یعنی قرآن مجید ماہ رمضان کی لیلة القدر میں نازل ہوا ہے اور الگ الگ حصوں میں نازل ہوا، ان آیات کے مابین تفسیق یوں بنے گی کہ لوح محفوظ سے آسمان دنیا تک مکمل قرآن لیلة القدر میں نازل ہوا اس کے بعد وہاں سے مکمل عہد نبوت میں حسب ضرورت و تقاضہ وقت تھوڑا تھوڑا زمین کی طرف نازل ہوتا رہا، اس بارے میں علماء کے دیگر اقوال بھی ہیں مگر دلائل کے اعتبار سے یہی قول درست نظر آ رہا ہے جیسا کہ سیوطی نے اتفاق میں ۲۴۱ ج ۱ میں ذکر کیا ہے، نیز محوالہ نسائی،

کرنے کی توفیق دینا، میرا کہ اس نے فرمایا: [بَلْ هُوَ الْبَيْتُ يُبْدِيهِ
فِي صُدُورِ الَّذِينَ أَوْفُوا الْعَهْدَ] (العنکبوت: ۲۹)

یعنی یہ کتاب روشن آیات کا مجموعہ ہے جو اہل علم کے سینوں میں
محفوظ ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا عہد مبارک سے آج تک قرآن مجید
کو حفظ کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ کتابی صورت میں اسے جمع کرنا، اس
صورت کا بھی قرآن مجید کی کئی آیات میں تذکرہ ہے، [بَلْ هُوَ قُرْآنٌ
مَجِيدٌ ۖ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ] (البروج: ۲۱-۲۲) [لَهُ لَقُرْآنٌ
كَرِيمٌ ۖ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ ۖ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ۖ]
(الواقعة: ۷۷-۷۹) [وَالْقُرْآنُ يُكَلِّمُ مَسْطُورٍ ۖ فِي رَقٍ
مَنْشُورٍ] (الطور: ۳۱) [فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۖ مَرْفُوعَةٍ
مُّطَهَّرَةٍ ۖ بِأَيْدِي سَفَرَةٍ ۖ كِتَابٍ بُرْزَخٍ] (سج: ۱۳-۱۶)
مندرجہ بالا آیات سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید لوح محفوظ میں مجموعی
طور پر اسی ترتیب کے ساتھ تحریر شدہ ہے اور وہ وہاں سے سہلہ دنیا تک
اسی ترتیب کے ساتھ آیا ہے، فرشتوں کے پاکیزہ ہاتھوں میں یہی مجموعہ
آیا اور یہی مجموعہ دنیا میں کافرات، اوراق، تختیوں اور پتھر سے وغیرہ پر
تحریر کیا گیا۔

اوپر مذکور آیات میں اب مدنی آیات ذکر کی جاتی ہیں: [ظَلِكِ
الْكِتَابُ لَا رَيْبَ ۖ] (البقرة: ۲) الكتاب بمعنی مکتوب یعنی تحریر شدہ،
اسی طرح متعدد مقامات پر اسے کتاب کہا گیا ہے، یہ تب تصور ہو سکتا ہے
جب رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے عہد مبارک میں
اسے تحریر فرمایا ہو، دوسرے مقام پر فرمایا: [رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ
يُخَلِّقُ أَصْحَافًا مُّطَهَّرَةً] (البینہ: ۲) یعنی اللہ کے رسول تحریر شدہ
پاک صحیفوں کی تلاوت کرتے ہیں۔

فتح الباری ۱۳/۹ میں ہے کہ
وقد اعلم الله تعالى في القرآن بأنه مجموع في
الصحف في قوله يتلو صفحا مطهرة الآية وكان القرآن
مكتوبا في الصحف.

کے مل کھٹے آیات نازل ہوتی رہیں، یوں ہر روز آپ ﷺ کے رتبہ
و شان میں اضافہ ہوتا رہا، اور امام حکیم ترمذی ابو عبد اللہ یوں کہتے ہیں کہ
لوح محفوظ سے آسمان کی طرف بیک وقت قرآن نازل کر کے اللہ تعالیٰ
نے اس رحمت کا اظہار فرمایا ہے جو اس نے امت محمدیہ کھٹے رکھی ہوئی
تھی، اور شیخ سخاوی جمال القرآن میں لکھتے ہیں کہ لوح محفوظ سے آسمان
تک نازل قرآن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ پر بنی آدم کی عورت
و شرف کا اظہار فرمایا ہے تاکہ وہ کلام پاک کو دیکھ کر اولاد آدم کا مرتبہ
معلوم کر سکیں اور بنی آدم کے علم کا اندازہ کر سکیں۔ (الاتقان ۱/۳۲)

باب سوم: قرآن مجید کی جمع و ترتیب کے بیان میں
جو قرآن مجید ہمارے پاس کتابی صورت میں موجود یا ہمارے
سینوں میں محفوظ یا منبر و محراب پر متلو ہے، وہ منزل من اللہ ہے اور اس
کی ترتیب بھی اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے اور اسی کے حکم سے اس
طرح جمع کیا گیا ہے جس طرح ہمارے سامنے بین الدفین موجود ہے
اور رسول اللہ ﷺ نے بالکل اسی ترتیب سے صحابہ کرام کو جمع کرنے،
حفظ کرنے اور کتابت کرنے کا حکم دیا جیسے اللہ کے حکم سے جبریل علیہ السلام
نے آپ ﷺ کو سمجھایا اور خلفاء کرام نے بھی بالکل اسی ترتیب سے
قرآن مجید کے نسخے جمع کرائے اور کتابت کرائے، کئی اور انسان کا اس
میں کوئی ذاتی دخل نہیں ہے۔

[لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ
تَنْزِيلٌ مِّنْ حَيْكُمِهِ خَمِيدٌ] (حم السجدة: ۳۲)
اس مسئلہ کے متعلق وارد دلائل کو تین فصلوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:
فصل اول: دلائل قرآنیہ کے بیان میں

الدلیل الاول:

[إِن عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ] (القيامة)

اس جملہ میں خبر مقدم ہے لہذا اس سے صر ظاہر ہو رہا ہے یعنی
قرآن کو جمع کرنا صرف اللہ تعالیٰ ہی نے اپنے ذمہ لیا ہے، اسی نے یہ
ترتیب بنائی ہے اور اسی نے اس طرح جمع کیا ہے اور جمع کرنے کی دو
صورتیں ہیں: اول: سینوں میں جمع (محفوظ) کرنا اور اہل علم کو حفظ

سے ہم بڑھ رہے ہیں، اللہ کے حکم ہی سے بنائی گئی ہے، اگرچہ سورتیں آیات پہلے یا بعد میں حالات کی مناسبت سے نازل ہوتی رہیں لیکن رسول اللہ ﷺ کو ہر آیت کے متعلق فہم دیا گیا کہ یہ آیت فلاں سورت کے فلاں مقام پر داخل کرنی ہے اور فلاں سورت، فلاں سورت سے پہلے ہے یا بعد میں ہے، جیسا کہ ان شاء اللہ دوسری فصل میں بیان ہوگا۔

الدلیل الثالث:

[وَقَالُوا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝] (الفرقان: ۵)
 بخار نے اعتراض کیا کہ اس (نبی ﷺ) نے سابقہ لوگوں کے واقعات لکھوا کے رکھے ہوئے ہیں جو صحیح و شام اس کے پاس بڑے جارہے ہیں۔

اس آیت سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ آپ ﷺ کے عہد مبارک میں صحابہ کرام کے پاس قرآن مجید تحریری صورت میں موجود تھا جو وہ آپ ﷺ کے پاس آکر پڑھا کرتے تھے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس اعتراض کے جواب میں لکھنے یا پڑھنے کا رد نہیں کیا بلکہ یوں فرمایا:
 [كُلُّ أَكْثَرَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّنُونِ وَالْأَرْضِ -]
 (الفرقان: ۶) یعنی یہ محض واقعات نہیں ہیں بلکہ یہ ایسی کتاب ہے جسے آسمانوں اور زمینوں کے راز جاننے والے رب العالمین نے نازل فرمایا ہے۔ اس معنی میں یہ آیت بھی ہے: [وَأَذْكُرُونَ مَا يُنْجَلُ فِي بُيُوتِكُمْ مِنَ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ -] (الاحزاب: ۳۴)
 اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ ازدواج مطہرات خواہ دوسرے مسلمانوں کے گھروں میں قرآن مجید تحریری صورت میں موجود تھا، جس کی تلاوت کا انہیں حکم ملا۔

الدلیل الرابع:

[اَفْتَرَاهُ، قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوْرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَوْرَاتٍ]
 یعنی اللہ تعالیٰ بخار کو چیلنج دے رہا ہے کہ اگر تمہیں اس قرآن میں شک محسوس ہوتا ہے تو اس جیسی دس سورتیں بنا لاؤ۔ (حود: ۱۳)
 موجودہ ترتیب کے اعتبار سے یہ سورت گیارہویں ہے، اس سے

یعنی: مندرجہ بالا آیت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے معلوم کرا دیا ہے کہ قرآن مجید صحیفوں میں جمع شدہ اور تحریر شدہ ہے۔

الدلیل الثانی:

قرآن نے بخار کا اعتراض ذکر کیا ہے کہ: [وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا الْوَلَا نُؤْمِنُ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً -]
 (الفرقان: ۳۲)

یعنی مکمل قرآن (محمد ﷺ) پر ایک وقت کیوں نہیں نازل ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے جواب فرمایا ہے: [كَذَلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيْلًا ۝] (الفرقان: ۳۲) یعنی اس وجہ سے کہ ہم آپ کے دل میں قرآن ثبت کرتے جائیں اور اس کی ترتیل و بہترین ترتیب بنتی جائے۔ دل میں ثبت ہو جانے سے مراد، حفظ کرنا ہے، اور امام راغب المفردات فی غریب القرآن، ص: ۱۸۶ میں لکھتے ہیں کہ الرتل اتساق الشئ وانتظامه على استقامة يقال رجل رتل الاسنان والترتيل ارسال الكلمة من الفم بسهولة واستقامة قال تعالى ورتل القرآن ترتيلا، ورتلعا ترتيلا۔

یعنی ترتیل کا اصل معنی یہ ہے کہ کسی چیز کا بہترین ترتیب اور سیدھی طرح ہونا۔

اسی طرح علامہ فیروز آبادی القاموس ۳/۳۸۱ میں لکھتے ہیں کہ رتل الکلام ترتيلا احسن تأليفه۔ یعنی کسی کلام کی ترتیل کا مطلب یہ ہے کہ اس کی ترتیب بہترین ہو اور محمول کا ایک دوسرے سے ملنا بھی احسن ہو۔

اور علامہ مختصری، اساس البدۃ، ۱/۲۰۹ میں ترتیل کا ایک معنی یہ بھی کرتے ہیں کہ

احسن تأليف حروفه۔

یعنی بہترین ترتیب کے ساتھ الفاظ کو ملانا۔

لہذا جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ [ورتلعا ترتيلا] یعنی ہم نے قرآن کو بہترین ترتیب دی ہے تو ثابت ہوا کہ یہ ساری ترتیب، جس

بقیہ	ایک مجلس کی تین طلاق
------	----------------------

وفي ظاهر المذهب يقدر بموت الاقران وفي المروى عن ابی يوسف بمائة سنة وقد روى بعضهم بتسعين والاقيس ان لا يقدر بشئ والارفعی ان يقدر بتسعين. (هدایہ: ۲/۲۳۳، وفي المحاشیہ ۲/۲۶۳ وعلیہ الفتوی)

اور جب مفقود الخبر شوہر کی عمر ۱۲۰ برس ہو جائے گی تب اس کو مردہ سمجھا جائے گا (اور اس کی عورت عدت کے دن گزار کر دوبارہ شادی کر سکتی ہے) حسن لؤلوی نے امام ابو حنیفہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ جب کہ ظاہر مذہب یہ ہے کہ اس کے ہم عمر لوگوں کی عمر کا حساب لگایا جائے گا، اور ابو یوسف سے مروی ہے ۱۰۰ برس شمار کئے جائیں گے جب کہ بعض نے ۹۰ سال مقدریہ ہیں اور قرین قیاس بات یہ ہے کہ اس کھلنے کوئی اندازہ مقرر نہ کیا جائے اور آسانی اس میں ہے کہ ۹۰ سال کا اندازہ مقرر کیا جائے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

معزز قارئین کی خدمت میں عرض ہے کہ مسلک حنفی سے منسلک لوگ ایک مجلس میں تین طلاوق کو تین قرار دینے میں امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کے سیاسی اور تعزیری فیصلے کا زور و شور سے حوالہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم خلفائے راشدین کے فیصلے آنکھوں پر رکھتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ یہاں نام تو عمر رضی اللہ عنہ کی پیروی کا لیا جاتا ہے جبکہ، میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے فیصلے کے مقتد، ایک مجلس میں تین طلاوق کو تین شمار کرنے کے متعلق فقہ حنفی کا فیصلہ پڑھتے ہیں:

وطلاق البدعة ان يطلقها ثلاثاً بكلمة واحدة او ثلاثاً في طهر واحد فاذا فعل ذلك وقع الطلاق وكان عاصياً. (هدایہ اولین، کتاب الطلاق، باب طلاق النہ ۱/۳۵۵)

اور بدی طلاق یہ ہے کہ ایک ہی طہر میں تین طلاقیں ایک کلمہ یا تین کلمات کے ساتھ دی جائیں، اگر (طلاق) اسی طریقہ پر دی جائے گی تو وہ تینوں (طلاقیں) واقع تو ہو جائیں گی لیکن طلاق دینے والا گنہگار ہوگا۔

اس عبارت کو پڑھ کر غور کریں کہ تابعہ داری امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کی، کی جاری ہے یا اپنے معین امام ادا اس کی فقہ پر عمل کیا جا رہا ہے۔ فیصلہ انصاف سے کریں۔

قبل دس سورتیں ہیں، اس حقیقت اور اس پہنچ سے صاف عیاں ہے کہ قرآن کی ترتیب اور سورتوں کا سلسلہ وار ہونا، یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس طرح کی دیگر مثالیں بھی ہیں، مثلاً: [وَمَا يُغْنِي عَنْكُمْ فِي الْكَفِّ فِي يَخْتَلِي الْقِسَاءَ] (النساء: ۱۲) اس آیت میں جس حکم کا حوالہ دیا گیا ہے، اس کے متعلق مفسرین کے تین اقوال ہیں، بعض اسی سورت کے دوسرے رکوع کی میراث والی آیات مراد لیتے ہیں اور بعض پہلے رکوع کی آیت [وَأَتُوا النِّسَاءَ أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَكْبَدُوا الْعَيْدَ بِالْقَلْبِ، وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَى أَمْوَالِهِمْ، إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَيْدًا] (النساء: ۲) اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے پہلے رکوع کی آیت: [وَأَنْ يَحْفَظَكُمْ أَلَّا تُفْسِدُوا فِي النِّسَاءِ فَاذْكُرُوا مَا ظَلَمْتُمْ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَعْفَى وَكَذَلِكَ وَزُبْنًا، فَإِنْ يَحْفَظَكُمْ أَلَّا تَقْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ، ذَلِكَ أَذَى الْأَوْكُلُ] [مراد ہے علیٰ کل حال جو بھی آیت مراد لی جائے درست ہے۔

نیز فرمایا: [وَأُحِلَّتْ لَكُمْ الْاِنْعَامُ إِلَّا مَا يُغْنِي عَنْكُمْ] (الحج: ۳۰) یعنی جو پائے جانور تمہارے لئے حلال ہیں، علاوہ ان جانوروں کے جن کے حرام ہونے کا حکم تم پر پڑھا گیا ہے، اور جن سورتوں میں حرام جانوروں کا تذکرہ کیا گیا ہے یعنی بقرہ، مائدہ، انعام اور نمل، یہ سب سورتیں ترتیب کے لحاظ سے اس سورت سے پہلے ہیں، گویا کہ قرآن مجید اسی ترتیب کے ساتھ لوح محفوظ میں تھا اور یہی ترتیب ہمیں عطا کی گئی ہے، ایک مقام پر یوں فرمایا گیا ہے کہ: [وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ] (القصص: ۵۱) یعنی قرآن کریم کا مضمون موصول و جوا ہوا ہے، کسی مقام سے بھی کوئی آیت، کوئی حرف خارج نہیں ہے اور نہ ہی خارج ہو سکتا ہے لہذا یہ وہم کرنا کہ اس قرآن کا کوئی حصہ غائب یا ضائع ہو گیا ہے، باطل ہے اور اس وہم کی کوئی حقیقت نہیں ہے، اس باب کے آخر میں اس وہم کی مفصل تحقیق کی جائے گی۔ ان شاء اللہ

(جاری ہے)

بدرج التفاسیر



دوران شمس
مکتبہ اسلامیہ



حدیث نمبر: 5

قسط: 32

در میں حدیث

فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمہ اللہ

اربعینِ نووی

فرمایا: (شأنك شاق لحما) (صحیح بخاری: ۹۵۵، صحیح مسلم: ۱۹۶۱) یعنی: تمہاری یہ بکری صرف گوشت کھانے کھلانے کی حد تک ہے، قربانی کے طور پر قبول نہیں ہوتی، تمہیں دوسری قربانی دینی پڑے گی۔

معلوم ہوا احسن نیت اور حسن طلب کی، رسول اللہ ﷺ کی سنت کے بغیر کوئی حیثیت نہیں، جبکہ اس بات میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ صحابی سے بڑھ کر نیک طلب کسی کی نہیں ہو سکتی۔

واضح ہو کہ کسی بھی عمل کھیلنے رسول اللہ ﷺ کی سنت کی متابعت کھیلنے چھ چیزوں کا لحاظ ضروری ہے، یعنی کسی بندے کا کوئی عمل اس وقت تک درست تصور نہ ہوگا جب تک چھ امور میں شریعت مطہرہ کی مطابقت نہ ہو، خواہ اصل عمل ثابت ہی کیوں نہ ہو۔

شیخ صالح بن شمیم رحمہ اللہ نے حدیث مذکور کی شرح کرتے ہوئے ایک سوال اٹھایا ہے، ہم وہ سوال مع الجواب، معمولی تغیر کے ساتھ تحریر کرتے ہیں۔

سوال: اگر کوئی شخص کوئی ایسا عمل انجام دیتا ہے جس کا اصل شریعت سے ثابت ہو، مگر اس کی صورت و صفت دین میں موجود نہ ہو وہ عمل مقبول ہوگا یا مردود؟

جواب: وہ عمل مردود ہوگا، جیسا کہ بعض لوگوں نے کچھ عبادات، اذکار اور اخلاق وغیرہ اختراع کر لئے ہیں، حالانکہ وہ ان کی ایجاد کردہ صفت کے مطابق دین میں موجود نہیں، تو پھر یہ سب کچھ مردود ہوگا۔

یہ بات بخوبی جان لیجئے کہ جب تک آپ کا کوئی بھی عمل چھ امور میں شریعت مطہرہ کے مطابق نہ ہوگا، آپ کی اطاعت و متابعت مردود ہوگی۔ وہ چھ چیزیں درج ذیل ہیں:

سابقہ قسط میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث (من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد) پر کچھ گزارشات پیش کی گئی تھیں۔

حدیث کی سب سے واضح دلالت یہ ہے کہ جملہ امور میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و متابعت ضروری ہے، اس کے بغیر ہر عمل مردود ہے، خواہ عمل کرنے والے کی نیت کتنی ہی نیک ہو، اور اس کا قصد کتنا ہی عمدہ ہو، اور اس کا جذبہ کتنا ہی عالی شان ہو، جب تک اس کے عمل پر رسول اللہ ﷺ کی سنت قائم نہ ہوگی، عند اللہ وہ عمل مردود قرار پائے گا اور کل جب میدان حشر بچا ہوگا، اور اس کے فیصلے کی گھڑی آجائے گی تو اس قسم کے کسی عمل کی کوئی پذیرائی نہ ہوگی، بلکہ بطلان فرمان باری تعالیٰ: [وَبَدَأَ لَهُمْ فِيْنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ] (الزمر: ۴۷) اس کی تمام نیکیاں بھی اجر و ثواب کے بغیر لوٹادی جائیں گی۔

صحیح بخاری و مسلم میں صحابی رسول ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کا واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ عمل کرنے والے کا قصد و ارادہ کتنا ہی نیک ہو، جب تک اس عمل پر مصطفیٰ ﷺ کی سنت نافذ نہ ہوگی، وہ بیکار محض ہے۔

چنانچہ ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے صحابی تھے، اور صحابی کا نفع بڑا عظیم الشان و جلیل القدر ہوا کرتا ہے، رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث کے مطابق صحابی کا پاؤ بھر گجریں خرچ کرنا، عام شخص کے احد پھاڑ کے برابر سونا خرچ کرنے سے افضل ہے۔ (صحیح بخاری)

ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے عید الاضحیٰ کے موقعہ پر نماز عید سے قبل اپنی قربانی ذبح کر دی، قصد انتہائی نیک تھا، اور وہ یہ کہ میری قربانی کا گوشت جلد از جلد فقراء و مساکین میں تقسیم ہو جائے، مگر رسول اللہ ﷺ نے

کامرتب ہوا۔ (مسند احمد: ۶۶۸۴، سنن نسائی: ۱۴۰۰)

(۳) کیفیت عمل: ضروری ہے کہ بندے کا عمل باعتبار کیفیت شریعت مطہرہ کے موافق ہو، چنانچہ اگر کوئی شخص کسی شرعی عمل کو انجام دیتے ہوئے شریعت کی بیان کردہ کیفیت کی مخالفت کامرتب ہو، اس کا وہ عمل ناقابل قبول ہوگا اور قطعی مردود ہوگا۔

مثلاً: کوئی شخص نماز پڑھتے ہوئے رکوع سے قبل سجدہ کر لے، اب نماز تو ایک شرعی عمل ہے مگر اس کی اختیار کردہ کیفیت ثابت نہیں ہے، لہذا ہر وہ نماز جو سنت مطہرہ کی مخالفت کے ساتھ ادا کی جائے گی، مردود ہوگی۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے سنی الصلاۃ کو نماز دہرانے کا حکم دیا، اور فرمایا: (ارجع فصل فی انک لہ تصل) یعنی: جاؤ اور دوبارہ نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز پڑھی ہی نہیں۔

صحیح بخاری میں ہے، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حجاج بن اسلم نامی شخص کو طریقہ مسنونہ کے خلاف نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: (آمد صلاتک) یعنی: نماز دہراؤ۔

مزید بن یمان رضی اللہ عنہ نے ایک چالیس سالہ نمازی کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، وہ نماز محمد ﷺ کی کیفیت نماز کے خلاف تھی، فرمایا: (ماصلیت وان مت علی هذا مت علی غیر فطر قادر رسول اللہ ﷺ) یعنی: تم نے چالیس سال سے کوئی نماز نہیں پڑھی، اور اگر اسی طریقہ کی نماز پڑھتے ہوئے تمہیں موت آگئی، تو تمہاری موت رسول اللہ ﷺ کے دین پر نہیں ہوگی۔

(۵) زمانہ عمل: ضروری ہے کہ بندے کا عمل باعتبار زمانہ شریعت کے موافق ہو، ورنہ وہ عمل مردود قرار پائے گا۔

مثال کے طور پر قبل از وقت نماز ادا کر لینا، اب نماز تو مشروع عمل ہے، لیکن قبل از وقت ادا کی گئی کی وجہ سے مردود قرار پائے گی۔

جیسا کہ گذشتہ مسطور میں ابو بردہ بن نیار، جنہوں نے نماز عید سے قبل قربانی کا جانور ذبح کر لیا تھا، کے عمل کو رسول اللہ ﷺ نے مردود قرار دیا تھا، اور دوسری قربانی کا حکم ارشاد فرمایا تھا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص جان بوجھ کر کسی مذر کے بغیر نماز کا وقت

(۱) سبب عمل (۲) جنس عمل (۳) قدر عمل (۴) کیفیت عمل (۵) زمانہ عمل (۶) مقام عمل

جب تک بندے کا عمل مذکورہ بالا چھ امور کے مطابق نہ ہوگا، باطل اور مردود تصور ہوگا، اس کی وضاحت مثالوں کے ساتھ حسب ذیل ہے:

(۱) سبب عمل: آپ کسی سبب کی بناء پر کوئی عمل کریں، وہ عمل اگرچہ اصل شریعت سے ثابت ہو، مگر سبب ثابت نہ ہو تو وہ عمل مردود قرار پائے گا، مثلاً: آپ اپنی دوکان میں داخل ہو کر ہمیشہ دو رکعت نماز ادا کریں، اب نماز تو اصل دین سے ثابت ہے، مگر دوکان میں داخل ہونے کے اس سبب کو شریعت نے نہیں بیان نہیں فرمایا تو چونکہ باعتبار سبب آپ کے عمل نماز کو شریعت کی تائید حاصل نہیں، لہذا یہ عمل مردود ہوگا۔

(۲) جنس عمل: ضروری ہے کہ باعتبار جنس آپ کا عمل شریعت مطہرہ سے ثابت ہو، چنانچہ اگر کوئی شخص کسی ایسی عبادت سے اللہ تعالیٰ کا قرب تلاش کرے، جو شریعت سے ثابت ہی نہیں، تو وہ عمل مردود ہوگا۔ مثال کے طور پر کوئی شخص عید الاضحیٰ کے موقع پر گھوڑے کی قربانی دے دے، اب اصلاً قربانی ایک شرعی عمل ہے، لیکن جس جانور کی قربانی دی گئی وہ شریعت مطہرہ سے ثابت نہیں؛ کیونکہ شریعت صرف تین چوپاؤں میں قربانی مشروع قرار دیتی ہے: اونٹ، گائے، بکری۔

(۳) قدر عمل: ضروری ہے کہ بندے کا عمل باعتبار مقدار شریعت مطہرہ کے مطابق ہو، چنانچہ اگر کوئی شخص کسی شرعی عمل میں مقدار شریعت سے بڑھ کر عمل کرے گا، تو وہ مردود قرار پائے گا۔

مثال کے طور پر کوئی شخص وضوء کرنے بیٹھے اور تمام اعضاء کو چار چار بار دھوئے، اب وضوء تو ایک شرعی عمل ہے، لیکن چار چار بار دھونا شریعت کی متعین کردہ مقدار سے تجاوز ہے۔

مسند احمد اور سنن نسائی وغیرہ میں صحیح حدیث وارد ہے، رسول اللہ ﷺ نے اپنے وضوء میں تمام اعضاء کو تین تین بار دھویا پھر فرمایا: (من زاد علی ذلک فقد أساء وتعدی وظلم) یعنی: جس نے اس مقدار سے زیادہ کیا اس نے برا کیا اور وہ ظلم و زیادتی

رسول اللہ ﷺ کو جس رات معراج ہوئی (اگرچہ اس کا یقین ثابت نہیں ہے) اس رات نوافل کی ادائیگی اور دن کو روزہ رکھنے کا عمل باطل قرار پائے گا۔ اسی طرح شعبان کی پندرہویں رات مخصوص طرز کی نماز اور دن کا روزہ، چونکہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، لہذا باطل قرار پائے گا۔ کچھ لوگ مغرب کی نماز کے بعد صلاۃ الآدائین کے نام سے چھ نوافل ادا کرتے ہیں، لیکن چونکہ رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت میں ان نوافل کا کوئی ذکر نہیں، لہذا یہ مردود قرار پائیں گے۔

کچھ لوگ اس موقع پر یہ شبہ کھڑا کرتے ہیں کہ معراج کی رات یا پندرہویں شعبان یا مغرب کی بعد صلاۃ الآدائین کی ادائیگی سے شریعت نے کہاں روکا ہے؟

جو اباً عرض ہے کہ عبادات میں قاعدہ یہ ہے کہ ان کا اثبات نبی ﷺ سے ثابت کیا جائے؛ کیونکہ امورِ شرعیہ میں اصل یہ ہے کہ وہ شریعت سے ثابت ہوں، جہاں تک امورِ دنیویہ کا تعلق ہے تو ان میں اصل اباحت ہے یعنی کوئی بھی دینی کام اس وقت تک نہیں کیا جاسکتا جب تک وہ نبی ﷺ کی ہدایت سے ثابت نہ ہو اور کوئی بھی دنیوی کام اس وقت تک اختیار کیا جاسکتا ہے جب تک نبی ﷺ سے منع وارد نہ ہو۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دینی اور دنیوی امور کی تین تین قسمیں ہیں:

امورِ دینیہ کی تین قسمیں یہ ہیں:

(۱) جو عبادات، شریعت سے ثابت ہوئی وہ مشروع ہوگی۔

(۲) جس عبادت سے شریعت نے روکا ہو وہ ممنوع ہوگی۔

(۳) جس عبادت کا شریعت میں ذکر نہ ہو نہ بطور اثبات اور نہ بطور نفی، تو وہ بھی ممنوع اور مردود ہوگی۔

امورِ دنیویہ کی تین اقسام یہ ہیں:

(۱) دنیا کے جس کام کی شریعت نے اجازت دی ہے وہ مباح ہوگا۔

(۲) دنیا کے جس کام سے شریعت نے منع فرما دیا وہ حرام و ناجائز ہوگا۔

(۳) دنیا کے جس کام کے حوالے سے شریعت خاموش ہو، وہ کام بھی مباح ہوگا؛ کیونکہ دنیوی امور میں اصل اباحت ہے، جیسا کہ دینی امور میں اصل اثبات ہد قائم ہے۔ (جاری ہے)

گزار دیتا ہے، پھر نماز ادا کرتا ہے تو اس کی یہ نماز مردود ہوگی، جیسے کوئی شخص جانتے ہوئے بھی فجر کی نماز طلوع آفتاب کے بعد ادا کرے، یہ نماز قطعی مردود ہے؛ کیونکہ یہ وقت شریعت سے ثابت نہیں۔

(۶) مقامِ عمل: ضروری ہے کہ بندہ کا عمل باعتبارِ جگہ و مقام شریعت کے مطابق ہو، جیسے کسی شخص کا گھر میں احتکاف کرنا، اب احتکاف یقیناً ایک شرعی عبادت ہے، مگر اس عبادت کا مقام مسجد ہے نہ کہ گھر، لہذا گھر کے اندر احتکاف کا یہ عمل مردود متصور ہوگا۔

چند مزید مثالوں سے اس مسئلہ کی وضاحت پیش کی جاتی ہے:

(۱) اگر کوئی شخص اذانِ جمعہ کے بعد خرید و فروخت کرتا ہے تو یہ عقد اور تجارت باطل ہوگی؛ کیونکہ جس وقت کو تجارت کھلنے چٹا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے امر کے خلاف ہے، اگر اس قسم کا سودہ کر لیا گیا ہے تو اسے فسخ کرنا ضروری ہے، یعنی قیمتِ مشتری کو لوٹا دی جائے اور سامان بائع کو۔

یہی وجہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو ایک سودے کی خبر دی گئی جس کی صورت یہ تھی کہ ردی کھجوروں کے دو صاع کے بدلے عمدہ کھجوروں کا ایک صاع خرید لیا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ سودا واپس ہوگا؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے امر کے خلاف ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ اس طرز کا سودہ ہلالِ چاند سے ہو گیا تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں یہ سودہ واپس کرنے کیلئے بھیجا۔

(۲) کوئی عورت ولی کے بغیر نکاح کر لے تو یہ نکاح باطل ہوگا،

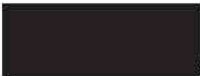
کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: (لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ)

(سنن ابی داؤد: ۲۰۸۳)

(۳) شریعت کے ذکر کردہ اوقاتِ منہیہ میں نوافل کی ادائیگی باطل ہوگی؛ کیونکہ یہ عمل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے امر کے خلاف ہے۔

(۴) عید کا روزہ باطل ہوگا؛ کیونکہ یہ روزہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے امر کے خلاف ہے۔

قارئین کرام! اسی منہج میں بہت سی مثالیں دی جاسکتی ہیں، مثلاً:



مفتی حافظ محمد سلیم رحمۃ اللہ علیہ
مفتی جمعیت اہل حدیث سندھ

احکام و مسائل

128- سوال

جناب مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال یہ ہے کہ میں نے ایک ہفتہ قبل اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دی ہیں، حتیٰ علماء سے پوچھے یہ ان کا کہنا ہے کہ حلالہ ہوگا، آپ سے التماس ہے کہ آپ قرآن و حدیث کی روشنی میں ہماری اس پریشانی کا حل بتائیں، اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

جواب

الجواب بعون الوهاب

صورت مسئلہ بر صحت زوال

سائل نظام الدین بن محمد عرس نے ایک ہفتہ قبل اپنی اہلیہ کو جو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دی ہیں، وہ بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک رجعی طلاق کے حکم میں ہے جیسا کہ وہ فرماتے ہیں:

كَانَ الطَّلَاقُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَبَى بَكْرٍ وَسُنَّتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ طَلَاقُ الْغَلَائِثِ وَاحِدَةً. (صحيح مسلم، حدیث نمبر: ۱۳۷۲)

یعنی ایک ہی وقت میں دی گئی تین طلاقیں رسول اللہ ﷺ کے دور میں، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے ابتدائی دو سال تک ایک ہی شمار کی جاتی تھیں۔

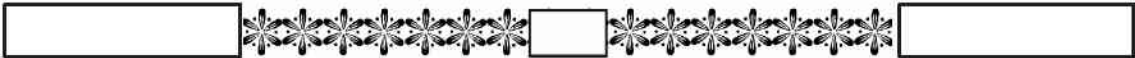
باقی رہا حتیٰ علماء کا حلالہ کروانے کا فتویٰ تو اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان: لعن اللہ المحلل والمحلل لہ. (سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، حدیث نمبر ۱۹۳۶) یعنی حلالہ کرنے اور کروانے والے دونوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

اسی طرح سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما اس قبض عمل کو زنا سے تعبیر فرماتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۰۷۷۶) اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی اسے زنا سے تعبیر فرماتے اور اس کی سزا بھی رجم قرار دیتے (جو کہ زنا کی شرعی حد ہے) (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۶۱۹۱، مصنف عبدالرزاق: ۱۰۷۷۷) لہذا اس قبض عمل کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ شرعیہ عمل حرام ہے، اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔

هذا ما عدى والله اعلم بالصواب
رب کریم ہمیں جمیع معاملات میں قرآن و سنت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بقیہ	نبی رحمت ﷺ
------	---------------------------

دینا اور ایسی چیز جو اس کے خلاف ہو اس سے منع کرنا ہے، بھی شامل ہے یہی وہ چیز ہے جس نے اسلام کو بد معاہدگی کے اندھیروں میں ایک چمکتے نور بنادیا، اسلام کی یہ پاکیزہ تعلیم ہے جس نے سب سے گھرے اور قدیم دشمنوں کو بھی اپنا ہمنوا بنادیا، یہاں تک کہ وہ جو گل دشمن اسلام تھے آج اسی اسلام کے علم کو تھامے ہوئے اس کے ساتے تلے چلنے لگے، اسلام کی اس تعلیم کا اثر ہے کہ اس کے ماننے والوں نے رحمت، شفقت اور نرمی کی اعلیٰ مثالیں قائم کیں، یہاں تک کہ عفو و درگزر، احسان و خلق حسن ان کے اقوال و اعمال کے ذریعے چھلکنے لگے حتیٰ کہ انہوں نے اپنے دشمنوں سے بھی ایسا سلوک اور برتاؤ کیا کہ انہیں اسلام اور مسلمانوں کا سب سے بڑا دوست اور حامی بنادیا۔ اور ان میں سے بعض نے اپنی بعیرت اور علم و فہم اور قوت ارادہ کی بنا پر اسلام قبول کر لیا اور ان میں سے بعض نے اسلامی احکام کے سامنے اپنے گھٹنے ٹیک دیئے اور دین اسلام کو بدل و انصاف اور رحمت کی وجہ سے اپنے دین و توحید چھوڑ دی۔



حدث دیار سندھ شیخ العرب والعجم علامہ سید ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ کے

پر لطف لطائف اور علمی نکات

الحمد للہ بندہ احتقر ایک عظیم علمی شخصیت محدث دیار سندھ شیخ العرب والعجم علامہ سید بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ کے ”پر لطف لطائف اور علمی نکات“ تحسیر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے، دراصل اس سعادت والے کام کھینچنے محدث العصر علامہ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا حکم تھا، بندہ احتقر جب مح اپنے رفقاء کے 2006ء میں محدث العصر علامہ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی خدمت میں استفادہ اور شرف تلمذ کے حوالے کھینچے حاضر ہوا تھا، ایک روز شیخ رحمہ اللہ کے ساتھ صبح ناشتہ کے دوران محدث دیار سندھ شیخ العرب والعجم سید بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ کا تذکرہ خیر ہو رہا تھا تو شیخ صاحب رحمہ اللہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کی بہت تعریف کر رہے تھے کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ بہت بڑے فقیہ تھے، بندہ احتقر نے اس موقع پر شاہ صاحب رحمہ اللہ کا ایک لطیفہ سنایا شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنی مایہ ناز بیان پر نظمیں تقریر بدیع الدین الشافعی ص ۱۹۵ میں فقہ حنفی کی مشہور کتاب الدر المختار (۱۱۳۱) مع الشامی کے حوالہ سے یہ عبارت نقل فرمائی ہے: **ولا یزاد علی الشہد والا فالشیطان یرکب علیہ** اور ایک باشت سے زیادہ لمبی سواک دھو و گرد شیطان اس پر سوار ہو گا۔ شاہ صاحب نے اس کے آگے لکھا ہے: **بمسرہ سواک نہ ہوئی ہسلی کا پستر ہو اسی پر کوفہ کی سیر کھینچے جاتا ہو گا۔**

تو شیخ صاحب رحمہ اللہ مسکرائے اور بندہ احتقر کو حکم دیا کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کے اس طرح کے لطائف تحسیر کر میں۔ بندہ احتقر نے شیخ صاحب کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے لطائف مع علمی نکات تحسیر میں لانا شروع کئے، زیادہ تر ٹیکسٹوں سے اخذ کئے ہیں اور بعض حوالہ جات کی بھی حتی الامکان کوشش کی ہے حق تو انہیں ہوسکا اور دی ہو سکتا ہے۔ بہر حال بندہ احتقر کی یہ حقیر سی کوشش صرف علمائے اہل حدیث سے محبت کا اظہار ہے اور وہ بھی الحب فی اللہ کے تحت ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اہل ذوق کو استفادہ کی توفیق بخشنے اور محدث دیار سندھ شاہ صاحب رحمہ اللہ کھینچے صدقہ جاریہ اور درجات کی بلندی کا باعث بنائے۔ آمین

أحب الصالحین ولست منهم لعل الله یرزقنی صلاحاً.

ہمیں یہ سکھایا گیا ہے کہ آپ (ﷺ) کا نام سن کر درود پڑھیں (لیکن) ہم نے اس کو بدل دیا اور اس کے بجائے ”اپنے اگوتھے“ چومنا شروع کر دیئے۔ پوچھو (ان سے) یہ دین کس کا ہے یہ کہاں سے آیا؟ کس

انگوٹھے چومنا اور اسی ہاتھ سے استنجا کرنا ہر مگر تم کو نہیں آتی علامہ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اسی تاریخی خطاب اور دوسرے تاریخی خطاب (بیت اللہ میں) عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت میں فرمایا:

جمادی الاول ۱۳۳۶ھ

لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ انہیں نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور برے کام سے روکتے ہیں۔ اور پاک چیزوں کو ان کے لیے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتے ہیں اور ان پر سے بوجھ اور طوق جو ان (کے سر) پر (اور گلے میں) تھے اتارتے ہیں۔ تو جو لوگ ان پر ایمان لائے اور ان کی رفاقت کی اور انہیں مدد دی۔ اور جو نوران کے ساتھ نازل ہوا ہے اس کی پیروی کی۔ وہی مراد پانے والے ہیں۔ (جاری ہے)



بقیہ	شانِ صحابہ رضی اللہ عنہم
------	--------------------------

میں کسی نے اپنی کئی میرے کندھے پر رکھی اور میدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تعریف میں کہنے لگا کہ میں نے کتنی مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ سے یہ بات سنی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اکثر یہ کہتے تھے کہ میں آیا ابو بکر اور عمر آئے، میں محیا اور ابو بکر اور عمر گئے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے بچے مکر دیکھا تو تعریف کرنے والے شخص میدنا علی رضی اللہ عنہ تھے۔ (بخاری: ۳۶۸۵)

شیعہ حضرات کی کتابوں میں بھی یہ بات مذکور ہے کہ جب میدنا علی رضی اللہ عنہ، میدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی لاش کے قریب پہنچے تو کہنے لگے:

مجھے اس زمین پر کوئی بھی ایسا شخص نہیں دکھائی دیتا جس کے اعمال نامے کو لیکر میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں! ہاں ایک شخص ایسا ہے اور یہ شخص سخن میں لپیٹے ہوئے میدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ (الثانی فی الامامہ: ۹۵/۳، تلخیص الثانی: ۲۱۹/۳، معانی الاخبار ص: ۴۱۲)

میرے دوستو اور بھائیو! صحابہ کرام ہمارے لئے آئینہ میل ہیں، صحابہ کی جماعت سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے، اس کا رسول رضی اللہ عنہ محبت کرتا ہے، صحابہ کرام کے آپس میں مثالی تعلقات تھے، ہمیں بھی چاہئے کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول رضی اللہ عنہ کی پسند کو اپنی پسند بنائیں اس میں ہی ہمارے عقیدہ کی حفاظت اور نجات ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارا ختمہ ایمان پر کرے۔ آمین



سنیئے۔

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ﴿١﴾

اللہ کی طرف سے تمہاری طرف نور آیا یعنی روشن کتاب (کھلی ہوئی اور واضح)

آگے یہودی بہ اللہ ہے، یہ میں ضمیر واحد ہے، جو کہ ایک کیلئے استعمال ہوتی ہے، جب کہ جمع کیلئے جہد ہونا چاہئے تھا، چنانچہ اس جگہ بہ کا لفظ استعمال ہوا ہے اس لئے یہ ایک چیز کیلئے استعمال ہوا ہے، جس طرح یہ دونوں یعنی قرآن اور کتاب ایک ہی ہیں اسی طرح نور اور کتاب الگ الگ چیزیں نہیں ہیں بلکہ ایک ہی ہیں اور رسول رضی اللہ عنہ کا ذکر پہلے آچکا ہے کیونکہ قرآن پاک میں تکرار نہیں ہوتی۔

[يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ ۖ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ﴿١﴾]

(المائدہ: ۱۵)

اے اہل کتاب! تمہارے پاس ہمارے پیغمبر (آخر الزماں) آگئے ہیں کہ جو کچھ تم کتاب (الہی) میں سے چھپاتے تھے وہ اس میں سے بہت کچھ تمہیں کھول کھول کر بتا دیتے ہیں اور بہت سی باتوں سے درگزر کرتے ہیں بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آچکی ہے۔

[الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْنُوزًا عِنْدَهُمْ فِي الْغَوَارِثِ وَالْإِنجِيلِ ۖ يَأْمُرُهُمْ بِالْغُرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْفَاحِشَاتِ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ قَالَ الَّذِينَ أَمْتُوا بِهِمُ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٥﴾]

ترجمہ: وہ جو (محمد رضی اللہ عنہ) رسول (اللہ) کی جو نبی امی ہیں پیروی کرتے ہیں جن (کے اوصاف) کو وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں



وضوء سے قبل ”بسم اللہ“ کس طرح پڑھنی چاہئے؟

ہے، اس لئے کہ جمہور نے اس کی توثیق کر رکھی ہے، جیسے
 ❁ امام ابو یوسف محمد بن عیسیٰ الترمذی (المتوفی ۲۵۹ھ) نے اس
 کی روایت کے متعلق فرمایا ہے: ہذا حدیث حسن صحیح۔
 (سنن ترمذی رحمت الہدیث: ۲/۱۱۲، دار السلام)

تو قارئین وضوء سے پہلے ”بسم اللہ“ ہی پڑھنی چاہئے، اس لئے کہ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

۱۰ امام محمد بن اسحق بن خویمہ البغدادی (المتوفی ۳۱۱ھ) نے
 اس کی روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ (صحیح ابن خویمہ ۱/۹۵، المکتب الاسلامی)
 ۱۱ ابو زمرہ عبید اللہ بن عبد الکریم الرازی (المتوفی ۲۶۴ھ) نے
 فرماتے ہیں: ثقہ۔ (المرجع والتحصیل ۸/۵۷۹، دار المکتب العلمیہ)

❁ امام محمد بن حبان البستی (المتوفی ۳۵۳ھ) نے اسے ثقات میں شمار کیا ہے۔ (کتاب الثقات ۹۶/۳، دارالکتب العلمیہ)
اور اس کی روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ (صحیح ابن حبان ۱۹۷/۳،
(المآخذ العالمیہ)

جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ عنہ کا ایک معجزہ بیان فرماتے ہیں جس کا ایک اقتباس اس طرح ہے:

فوضع رسول الله ﷺ كفه في الماء والقدح، ثم قال رسول الله ﷺ: يا أيها الناس، الله أكبر، ثم قال: أسبغوا الوضوء.

(مسند أحمد ۳/۳۷۹، دار الفكر وسنة صحيح)

رسول اللہ ﷺ نے اپنی ہتھیلی پانی دہیالے میں رکھی، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بسم اللہ“ اور پھر انہوں نے (صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیتے ہوئے) فرمایا: (اب تم اس پانی سے) اچھے طریقے سے وضو کرلو۔

فائدہ اول: اس روایت سے معلوم ہوا کہ وضوء والے برتن کے اندر ہاتھ ڈالتے وقت رسول اللہ ﷺ نے ”بسم اللہ“ پڑھی، اس سے خود بخود یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ شارع وضوء کی سنت وضوء والے پانی میں ہاتھ ڈالتے وقت (گو یا وضوء سے قبل) ”بسم اللہ“ کہہ دینا کافی ہے۔

فائدہ جانی: پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے رسول اللہ ﷺ وضو فرما چکے تھے، دیکھئے تخریج حدیث۔

فائدہ ثالث: اس روایت کے ایک راوی، شیخ ابن عبد اللہ العنزی پر بعض نے کلام کیا ہے، لیکن یاد رہے کہ وہ کلام مرجوح و مردود

❶ امام احمد بن عبد اللہ بن صالح الحلبي (المتوفى ۳۲۲ھ)
فرماتے ہیں: تابعی ثقة۔ (تاریخ الثقات، ص: ۴۴۸، دارالکتب العلمیہ)

❷ امام احمد بن عبد اللہ بن صالح الحلبي (المتوفى ۳۲۲ھ)
فرماتے ہیں: تابعی ثقة۔ (تاریخ الثقات، ص: ۴۴۸، دارالکتب العلمیہ)

● امام ماکم (المتوفی ۳۰۵ھ) نے اس کی روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ (المعجم رک ۹۰، ۲ دوسرا چھاپہ ۱۹۲۳ء، الحقیۃ العصریہ)

❶ امام محمد بن احمد بن عثمان الدہلی (المتوفی ۷۴۸ھ)
فرماتے ہیں: ثقہ۔ (الکاف ۴/۳۸۷ دارالایسر)

المعنى میں فرماتے ہیں: تابعی فیہ لین وقد وثق۔ (المعنى فی الضعفاء ۲/ ۳۵۲، دار الکتب العلمیہ)

وہ تابعی ہیں، اس میں کچھ کمزوری ہے اور (لیکن جمہور کی طرف

(قلعا) تھیں گے نہیں (اور وہ تب تک لکھتے رہیں گے) جب تک

تو (اس وضوء سے) بے وضوء نہ ہو جائے۔

جائزہ: یہ روایت چند وجوہات کی بنا پر ضعیف و مردود ہے:

پہلی وجہ: ”امام طبرانی“ کے استاد احمد بن مسعود الزبیری کی توثیق کسی بھی امام و محدث نے نہیں کی گویا وہ مجہول ہیں۔

دوسری وجہ: ”ابراہیم بن محمد“ کے متعلق علمائے حدیث کی تحقیق ہے کہ وہ منکر روایات بھی بیان کرتے تھے: مثلاً:

❶ امام ابو احمد عبد اللہ بن مدی (المتوفی ۳۶۵ھ) فرماتے ہیں: زوی عنہ عمرو بن ابی سلمہ وغیرہ معاذ کیہر۔ (الکامل ۴۲۳/۱، دارالکتب العلمیہ)

اس سے عمرو بن ابی سلمہ وغیرہ نے منکر روایات بیان کی ہیں۔

❷ امام محمد بن احمد بن عثمان الذہبی (المتوفی ۴۸۸ھ) فرماتے ہیں: نحو معاذ کیہر۔ (میزان الامتدال ۸۳/۱، دارالکتب العلمیہ)

وہ منکر روایات (بیان کرنے) والے ہیں۔

❸ حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی (المتوفی ۸۵۲ھ) نے اس پر ”ابن مدی“ والا جرح نقل کی ہے اور اس کی نقل کردہ زیر بحث روایت کے متعلق لکھا ہے: وہو معکرو۔ (لسان المیزان ۹۹/۱، دوسرا

چھاپہ ۳۴۵/۱، دارالکتب الاسلامیہ)

یعنی کہ ابراہیم بن محمد بن ثابت، منکر روایات بھی بیان کرتے تھے اور زیر بحث روایت ان کی انہی منکر روایات میں سے ایک ہے۔

تیسری وجہ: علی بن ثابت کا تعین اور اس کے حالات بھی نامعلوم ہیں گویا کہ وہ بھی مجہول ہے۔

انہی وجوہات کی بنا پر یہ روایت ضعیف و غیر ثابت ہے، علمائے امت نے اسے ضعیف و غیر ثابت قرار دیا ہے مثلاً:

❹ علامہ عبد الرحمن بن علی بن محمد الجوزی (المتوفی ۵۹۷ھ) فرماتے ہیں: هذا حديث ليس له اصل۔

(المؤتمعات ۱۸۶/۳، دارالکتب العلمیہ)

❺ اور اسی طرح حافظ ابن حجر طبرانی نے بھی اس روایت کو منکر قرار

سے) اس کی توثیق کی گئی ہے۔

اور اسی طرح امام ذہبی نے اس کی روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

(المسند رک ۹۰۲، دوسرا چھاپہ ۹۲۳/۳، المکتبۃ المصریہ)

❻ حافظ اسماعیل بن کثیر الدمشقی (المتوفی ۷۷۴ھ) اس کی روایت کے متعلق فرماتے ہیں: وهذا اسناد جيد۔ (الہدایہ والنہایہ ۱۳۵/۶، دار ابن کثیر)

اور یہ مندرجہ ہے۔

خلاصہ تحقیق یہ ہے کہ صحیح ابن عبد اللہ العسقلانی ثقہ مدوق ہیں اور قیام ان کی بیان کردہ زیر بحث روایت صحیح و ثابت ہے اور اس کے ساتھ ان دونوں روایات سے معلوم ہوا کہ وضوء سے قبل صرف ”بسم اللہ“ ہی پر اکتفاء کرنا چاہئے۔

نتیجہ: اس سلسلے میں بعض لوگ وضوء سے قبل صرف ”بسم اللہ“ کیساتھ کچھ مزید بھی پڑھتے ہیں لیکن یاد رہے کہ وہ تمام تر روایات ضعیف و غیر ثابت ہیں، جن میں ”بسم اللہ“ سے زیادتی مذکور ہے، اختصار کیساتھ ان کا تحقیقی جائزہ پیش خدمت ہے:

پہلی روایت:

قال الطبرانی حدثنا احمد بن مسعود الزبیری ابو بکر بمصر، حدثنا احمد بن عبد اللہ بن عبد الرحمن البرقی، حدثنا عمرو بن ابی سلمہ، حدثنا ابراہیم بن محمد البصری عن علی بن ثابت عن محمد بن سیرین عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ یا ابا ہریرۃ! اذا توضأت فقل بسم اللہ والحمد للہ، فان حفظتک لا تستریح تکتب لک الحسنات حتی تحدد من ذالک الموضوع۔

(العجم الصغیر للطبرانی، ص: ۴۰، دار الفکر)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (انہیں) فرمایا:

اے ابو ہریرہ، جب تو وضوء کرے تو کہہ: بسم اللہ والحمد للہ... (تو یہ پڑھنے سے) تیرے عطا فرشتے تیرے لئے نیکیاں لکھتے رہیں گے اور

دیا ہے۔ کمار

دوسری روایت:

قال الامام ابو محمد الحارث بن محمد داهر التميمي، حدثنا عبدالرحيم بن واقد، ثنا حماد بن عمرو، ثنا السري بن خالد بن شداد، عن جعفر بن محمد عن ابيه عن جده عن علي انه قال قال لي رسول الله ﷺ يا علي اذا توضأت فقل بسم الله. اللهم اني اسألك تمام الوضوء وتمام الصلاة. وتمام رضوانك. وتمام مغفرتك. فهذا زكاة الوضوء. (مسند الحارث، بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث ۱/ ۲۱۵، مركز خدمة السنة)

علیؑ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے علی! تو وضوء کرے تو کہہ: "بسم الله. اللهم اني اسألك تمام الوضوء وتمام الصلاة. وتمام رضوانك. وتمام مغفرتك" یہ (دعا) وضوء کی زکاۃ ہے۔

فائدہ: بعض نے یہ دعا بعد از وضوء بتلائی ہے، مثلاً صاحب کتاب نے اس دعا پر یہ باب باندھا ہے "باب ما يقول بعد الوضوء" مسند الحارث ایضاً

جائزہ: اسے قبل از وضوء رکھا جائے یا بعد از وضوء کوئی فرق نہیں پڑتا اس لئے کہ سرے سے یہ روایت ہی ثابت نہیں ہے، بلکہ طے سے بد ہے، مثلاً:

✦ عبدالرحیم بن واقد کا ضعف۔

✦ حماد بن عمرو کا ضعف و کذاب ہونا۔

✦ السری بن خالد بن شداد کا مجہول و ناقابل اعتماد ہونا۔

✦ علی بن حمین اور علی بن ابی طالب کے درمیان کا انقطاع مختصراً تفصیل پیش خدمت ہے:

✦ عبدالرحیم بن واقد

✦ امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری (المتوفی ۳۱۰ھ) فرماتے

ہیں: عبدالرحیم مجہول، غیر معروف بالنعقل، غیر

جائز الاحتجاج بما یرویه. (تقریر طبری، بحوالہ لسان المیزان ۱۰/ ۱۴۰،

دوسرا چھاپہ ۱۶۷/ ۵، دار البیئرا الاسلامیہ)

عبدالرحیم (بن واقد) مجہول ہیں، (اپنے) نقل میں معروہ نہیں ہیں، وہ جو روایت کرے اس سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔

تنبیہ: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مذکورہ عبارت کھلے ابن جریر کی تقریر کا حوالہ دیا ہے، لیکن ابن جریر کی تقریر کے موجودہ نسخہ میں مجھے یہ عبارت نہیں ملی، شاید کسی کاتب سے مدد ہو گئی ہو۔ واللہ اعلم

✦ امام احمد بن علی بن ثابت المعروف خلیب بغدادی (المتوفی ۳۶۳ھ) فرماتے ہیں: نوفی حدیثہ غرائب ومناکیر، لانہا عن الضعفاء والمجاهیل. (تاریخ بغداد ۱۲/ ۳۷۰، دار الغرب الاسلامی)

اس کی حدیث میں غریب و منکر روایات ہیں، اس لئے کہ وہ ضعیف و مجہول رواۃ سے منقول ہیں۔

✦ امام محمد بن احمد بن عثمان الذہبی (المتوفی ۷۴۸ھ) نے اے المغنی فی الضعفاء میں ذکر کر کے صرف اس پر جرح ہی نقل کی ہے اور فرمایا ہے: ضعفه الخطیب. (المغنی فی الضعفاء ۱/ ۶۲۲، دار الکتب العلمیہ)

اے خلیب نے ضعیف قرار دیا ہے۔

✦ حافظ احمد بن علی حجر العسقلانی (المتوفی ۸۵۲ھ) نے اس پر محض جرح ہی نقل کی ہے اور اس پر کوئی توثیق نقل نہیں کی۔ (لسان

المیزان ۱۰/ ۱۴۰، دوسرا چھاپہ ۱۶۷/ ۵، دار البیئرا الاسلامیہ)

✦ حماد بن عمرو

✦ امام محمد بن اسماعیل البخاری (المتوفی ۲۵۶ھ) فرماتے ہیں: معمر الحدیث. (الضعفاء الصغیر: ۱۰، دار الکتب العلمیہ)

✦ امام ابو زرعہ عبید اللہ بن عبد الکریم الرازی (المتوفی ۲۶۴ھ) فرماتے ہیں: واهی الحدیث. (المرج والتعديل ۱۵/ ۷۳، دار الکتب

العلمیہ)

✦ امام ابو حاتم محمد بن ادريس الرازی (المتوفی ۲۷۷ھ)

تحقیق و مخرج

دو ثقہ (رواۃ) سے منکر روایات بیان کرتا تھا، اور وہ کچھ بھی نہ تھا۔
 ۴۶۳ھ) نے اس پر جرح ہی نقل کی ہے۔ (تاریخ بغداد ۹/۱۳۱، دار
 الغرب الاسلامی)

❶ امام عبدالرحمن بن علی بن محمد الجوزی (المتوفی ۵۹۷ھ) نے بھی اسے ضعیف میں شمار کیا ہے۔ (الضعفاء والمتروکون لابن الجوزی ۲۳۴، دارالکتب العلمیہ)

❁ امام محمد بن احمد بن عثمان اللازمی (المتوفی ۷۴۸ھ) نے بھی اسے المغنی فی الضعفاء میں ذکر کر کے اس پر جرح نقل کی ہے۔ (المغنی فی الضعفاء ۱/۲۸، دارالکتب العلمیہ)

● علامہ نور الدین اصفہانی (المتوفی ۸۰۷ھ) فرماتے ہیں: وہو
کذاب۔ (مجمع الزوائد ۹/۵۲، دارالکتب
اور وجہ جھوٹا ہے۔

● حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی (المتوفی ۸۵۲ھ) نے اس پر محض جروحات ہی نقل کی ہیں۔ (لسان المیزان ۲/۳۵۲، دوسرا چھاپہ ۳/۳۵۲ دارالمنار الاسلامیہ)

✦ السري بن خالد بن شداد
✦ امام محمد بن احمد بن عثمان الذهبي (المتوفى ٤٢٨هـ)
فرماتے ہیں: لا یعرف۔ (میزان الاعتدال ٢/ ٩٣، دار الفکر)

وہ معروف نہیں ہے (یعنی کچھ بھول ہے)
 ۛ حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی (المتوفی ۸۵۲ھ) فرماتے
 ہیں: لا یعرف۔ (لسان المیزان ۱۲/۳، دوسرا چھاپ ۲۲/۳، دار البیطار

الاسلامیہ)
وہ معروف نہیں ہے (یعنی کہ مجہول ہے)
حاصل ترقیم یہ ہے کہ یہ تینوں راوی ضعیف و ناقابلِ حجت ہیں۔

علی بن حسین رضی اللہ عنہما اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے درمیان کا انقطاع
 ❁ امام ابو زرہ عبید اللہ بن عبد الکریم الرازی (المتوفی ۲۶۳ھ)
 فرماتے ہیں: علی بن الحسین بن ابی طالب لم یدرك

الاجمعی (التوفی ۴۳۰ھ) نے بھی اسے ضعفاء میں شمار کیا ہے اور لکھا ہے: بیروی عن الثقات المعا کبر لاشیء (الضعفاء، ص: ۷۳، دارالثقافہ)

علیہ۔ (المراسل لابن ابی حاتم ص: ۱۱۸، دارالکتب العلمیہ)

علی بن حسین (بن علی) بن ابی طالب (المعروف زین العابدین) نے علی (بن ابی طالب) کو نہیں پایا۔

خلاصہ تحقیق یہ ہے کہ اس روایت کے اندر ۳ ضعیف راوی اور انقطاع واقع ہے تو لہذا ان حقائق کی بدولت یہ بھی ضعیف و مردود روایت ہی ہے۔

تیسری روایت

قال ابو عبد الرحمن احمد بن شعيب النسائي اخبرنا محمد بن عبد الله بن علي قال حدثنا المعتمر بن يحيى ابن سليمان قال سمعت عبادا يعني ابن عباد بن علقمہ يقول: سمعت ابا جملز يقول: قال ابو موسى اتيت رسول الله ﷺ وتوضأ فسبعته يدعو ويقول: اللهم اغفر لي ذنبي، ووسع لي في داري، وبارك لي رزقي... الحديث (السنن الكبرى للنسائي ۳۶/۹، الراية العالمية)

ابوموسیؓ فرماتے ہیں، میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اس حال میں کہ آپ نے وضوء (شروع) کیا، پس میں نے آپ ﷺ سے سنا، آپ دعا مانگ رہے تھے اور کہہ رہے تھے: اللهم اغفر لي ذنبي، ووسع لي في داري، وبارك لي رزقي.

فائدہ: امام نسائیؒ نے مذکورہ دعا کو قبل از وضوء رکھا ہے اور اس پر باب قائم کیا ہے: مما يقول اذا توضأ.

(بندہ) جب وضوء (شروع) کرے تو کہائے۔

اور امام ابن السنی نے اسے درمیان وضوء میں رکھا ہے، اور اس پر باب قائم کیا ہے: مما يقول بين ظهري وضوئه. (عمل اليوم والليلة لابن السنی ص: ۴۵، مکتبہ اشاعت الکتاب والسنة)

(بندہ) اپنے وضوء کے درمیان کیا کہے؟

جائزہ: اس دعا کو قبل از وضوء رکھا جائے یا دوران وضوء، کوئی فرق نہیں پڑتا، اس لئے کہ سرے سے یہ روایت ثابت نہیں، بلکہ ضعیف و منقطع ہے، اس کا انقطاع ابوجملز اور ابوموسی کے مابین عدم لقاء ہے،

درج ذیل علماء نے اس انقطاع کی تصریح کی ہے۔

① حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی (المتوفی ۸۵۲ھ)

(تاج الافکار ص: ۲۶۸)

② علامہ جلال الدین السيوطي (المتوفی ۹۱۱ھ)

(تحفة الأبرار بركة الأذکار ص: ۴۴، مکتبہ دار التراث)

③ علامہ ناصر الدین الألبانی (المتوفی ۱۴۲۰ھ بمطابق ۱۹۹۹ء)

(تمام المسند ص: ۹۵، مکتبہ اسلامیہ)

④ حافظ زبير علي زئي (المتوفی ۱۴۳۵ھ بمطابق ۲۰۱۳ء)

(مقالات ۲/۲۰۲، مکتبہ اسلامیہ)

⑤ علامہ شعيب الارطوطي

(تحقیق مسند احمد ۳۲/۳۴۵، مؤسسة الرسالة)

ان علماء کے اس دعوے کا اتمام حجت اس سے بھی ہوتا ہے کہ بیسیوں برس گزرنے کے باوجود بھی کوئی، ابوجملز و ابوموسی کا باہمی لقاء و سماع ثابت نہیں کر سکا، تو لہذا ان حقائق کے پیش نظر یہ روایت بھی ضعیف ہی ثابت ہوئی۔

مکمل بحث کا ماحصل یہ ہے کہ وضوء کے قبل بطور تسمیہ صرف ”بسم اللہ“ ہی پڑھ لینی چاہئے، اور اس میں کسی قسم کی زیادتی نہ کی جائے کیونکہ قرآن و سنت میں اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

بقیہ	نماز میں سینے پر ہاتھ
------	-----------------------

⑤ انس بن مالک (تفسیر فتح القدیر ۸/۷۲)

⑥ عائشہ بنت ابی بکر (تہذیب الآثار لابن مندہ)

⑦ محمد بن کعب بن زید (تابعی)

⑧ طاوس بن کعب (تابعی)

⑨ ابوالجوزاء بن زید (تابعی)

⑩ عامر بن زید (تابعی)

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○



نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا

باندھنے کی جگہ کا تعین ہوسوائے وائل رحمہ اللہ کی حدیث کے جو ابھی ذکر کی گئی ہے۔

دلیل نمبر (۲)

قال الامام عبد الله: حدثني يحيى بن سعيد عن سفيان، حدثني سماعة عن قبيصة بن هلب، عن أبي قال رأيت العبي وضع هذه على صدره وصف يحيى على رأيتاه قال يضع هذه على صدره وصف يحيى على اليسرى فوق المفضل. (مسند احمد ۲۴۶/۵)

ترجمہ: سیدنا ہلب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو (سلام) پھیرنے کے بعد مقتدیوں کی طرف منہ کرتے ہوئے دائیں اور بائیں جانب سے گھوم کر بیٹھتے دیکھا اور ان (ہاتھوں) کو سینہ پر رکھتے دیکھا۔ امام مکی رحمہ اللہ نے کر کے دکھایا کہ اس طرح دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے جوڑ پر۔

مولانا کے اپنے حنفی علماء نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے

نمبر: (۱) علامہ جد امجد صاحب الخلفہ فرماتے ہیں:

قد ثبت من حديث وائل وهلب تعدد الواقعة.

(درج الدرر بحوالہ کتاب بدیع الدین راشدی رحمہ اللہ)

ترجمہ: یقیناً ثابت ہو چکا ہے ہے سیدنا وائل رحمہ اللہ اور ہلب رحمہ اللہ کی

امادیت سے کہ متعدد بار رسول اللہ ﷺ نے سینہ پر ہاتھ باندھے۔

نمبر: (۲) علامہ محمد بن علی عمیر احسن شوق نبوی عظیم آبادی

آپ نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

(آخرا السنن ۶۷)

دلیل نمبر (۱)

قال الامام ابن خزيمة: اخبرنا ابو طاهر، حدثنا ابو بكر، حدثنا مؤمل بن اسماعيل، حدثنا سفيان، عن عاصم بن كليب، عن ابيه، عن وائل بن حجر قال: صليت مع رسول الله ﷺ ووضع يده اليمنى على يده اليسرى على صدره. (صحیح ابن خزیمہ ۲۴۳/۱)

ترجمہ: سیدنا وائل بن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ ﷺ نے اپنا سیدھا ہاتھ اٹھ کر رکھ کر سینہ پر رکھے۔

مولانا کے اپنے علماء نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے

نمبر: (۱) علامہ عبدالحی کھنوی فرماتے ہیں:

قد ثبت عن النبي ﷺ وضع اليد اليمنى فوق السرة عند الصدر، ايضا في رواية احمد وابن خزيمة (عمدة الراية ۱۶۵/۱)

ترجمہ: یقیناً نبی ﷺ سے سینہ کے پاس ناف سے اوپر ہاتھ

باندھنا ثابت ہے، جیسا کہ احمد اور ابن خزيمة کی روایت میں ہے۔ (ابن خزيمة کی روایت یہی مذکورہ روایت ہے اور احمد کی روایت دلیل

نمبر (۲) میں آ رہی ہے)

نمبر: (۲) علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

ولم يثبت حديث يوجب تعيين المحل الذي

يكون فيه الوضع من البدن الا حديث وائل

المذكور. (بحر الرائق ۲۰۲/۳)

ترجمہ: کوئی بھی ایسی حدیث پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی جس میں ہاتھ

بطور شاہد نیچے اور دلائل بھی ذکر کر رہے ہیں۔

دلیل نمبر (۳)

ان علیاً رضی اللہ عنہ قال: فی هذه الآية (فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ) قال: وضع يده اليمى على وسط يده اليسرى ثم وضعهما على صدره. (سنن الكبرى ۳۰۲، رقم: ۲۳۳۷، تاريخ الخلفاء ۴/۲۳، باب عقبة، رقم: ۲۸۸۴، معرفة السنن والآثار ۲/۳۹۹، رقم: ۲۵۰، تفسير الدر المنثور ۱۰/۳۶۶، تفسير قرطبي ۲۰/۲۱۹)

ترجمہ: علی رضی اللہ عنہ نے (فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ) کی تفسیر بیان کی ہے کہ سیدے ہاتھ کو اپنے ہاتھ پر رکھ کر سینہ پر رکھ دے۔

دلیل نمبر (۴)

قال ابن عباس (فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ) ای وضع يديك اليمى على الشمال عند النحر. (سنن الكبرى ۳۱۲، معرفة السنن والآثار ۵/۱۳۰، المحلی ۷/۳۵۷، تفسير الدر المنثور ۱۰/۳۶۶، تفسير قرطبي ۲۰/۲۱۹، تفسير بغوی ۸/۵۵۹)

ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے (فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ) کی تفسیر فرمائی کہ اپنے سیدے ہاتھ کو اپنے ہاتھ پر رکھ کر سینہ پر رکھ لے۔

دلیل نمبر (۵)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بھی (فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ) کی تفسیر سینہ پر ہاتھ باندھنا کی ہے۔ (تفسیر القدر ۸/۷۲، فتح المغفور ص: ۱)

دلیل نمبر (۶)

مفسر قرآن تابعی، امام محمد بن کعب القرطبی (پیدائش ۴۰ھ، وفات ۱۲۰ھ) نے بھی (فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ) کی تفسیر نماز میں ہاتھ سینہ پر باندھنا کی ہے۔ (تفسیر قرطبی ۲۰/۲۱۹)

دلیل نمبر (۷)

مفسر قرآن تابعی، امام مامر الشعمی (وفات ۱۰۰ھ کے بعد) نے بھی اس آیت کی تفسیر نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا کی ہے۔ (تفسیر طبری ج ۲ ص: ۲۴، ۲۵۲، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص: ۵۰۳)

دلیل نمبر (۸)

مفسر قرآن تابعی، امام ابو الجوزاء اوس بن عبد اللہ الزبلی (وفات ۸۳ھ) ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے مشہور شاگرد نے بھی اس آیت کی تفسیر نماز میں ہاتھ سینہ پر باندھنا کی ہے۔ (احکام القرآن لابن العربی ۸/۱۳۳)

دلیل نمبر (۹)

امام حاکم رحمہ اللہ نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔ (مستدرک حاکم ۹/۲۱۵، رقم: ۳۹۳۸)

دلیل نمبر (۱۰)

مولانا صاحب کے اپنے حتی علامہ قوام الدین نے اس آیت کی تفسیر یہی کی۔ (معراج الدردیہ شرح ہدایہ نحو الفتح المغفور ص: ۲)

دلیل نمبر (۱۱)

مولانا صاحب کے اپنے حتی عالم علامہ اکمل الدین المبارقی نے بھی آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔ (العناية ما فيه هداية ۱/۴۶۸)

دلیل نمبر (۱۲)

مولانا صاحب کے اپنے عالم علامہ ملا اللہ داد جوہوری نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔ (شرح الهدایہ للامام اللہ داد ص: ۴۰۷)

دلیل نمبر (۱۳)

عربی لغت کی مشہور کتاب 'تاج العروس' میں بھی یہ تفسیر مذکور ہے۔ (تاج العروس ۱/۳۵۲)

دلیل نمبر (۱۴)

عربی لغت کی مشہور کتاب 'لسان العرب' میں یہ تفسیر مذکور ہے۔ (لسان العرب ۵/۱۹۵)

دلیل نمبر (۱۵)

مولانا صاحب کے اپنے عالم علامہ ابو الحسن سندھی نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھتے تھے۔ (تراجم الشیوخ للعلامة محمد عابد سندھی)

دلیل نمبر (۱۶)

مولانا صاحب کے اپنے عالم علامہ مرزا مظہر جان جاناں بھی ہاتھ

سینہ پر باندھتے تھے۔

(عین الہدایہ، کتاب الصلوٰۃ، باب صفۃ الصلوٰۃ ۱/۴۵۰)

دلیل نمبر (۱۷)

مولانا صاحب کے اپنے عالم علامہ محمد حیات سندھی نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھتے اور سینہ پر ہاتھ باندھنے کو ہی صحیح قرار دیا ہے اور باقاعدہ طور پر ایک کتابچہ تحریر کیا ہے جس کا نام ”فتح الغفور فی وضع الایدی علی الصدر“ ہے، مکتبہ شاملہ میں یہ رسالہ موجود ہے۔

دلیل نمبر (۱۸)

مولانا صاحب کے اپنے عالم ہداجہ صاحب الخلافہ فرماتے ہیں:

ان الصحیح الغابت من ساقی الکواثر علیہ
الصلوٰۃ والسلام الی دوام الدھر فی الصلوٰۃ وهو وضع
الایدین علی الصدر۔

(حج الدردر للعلامہ رشد اللہ راشدی)
ترجمہ: قطعی اور یقینی طور پر جو ساقی کوثر علیہ السلام سے ثابت ہے (اور)
جس پر آپ ﷺ کا ہمیشہ (عمل) رہا ہے وہ ہے نماز میں سینہ پر
ہاتھ باندھنا۔

دلیل نمبر (۱۹)

علامہ امیر علی بھی مولانا صاحب کے اپنے علماء میں شمار ہوتے
ہیں وہ فرماتے ہیں: سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث کی اسناد قوی
ہے۔ (عین الہدایہ، کتاب الصلوٰۃ، باب صفۃ الصلوٰۃ ۱/۴۵۰)

دلیل نمبر (۲۰)

تابعی امام طاووس بن کیران الیمانی (وفات ۱۰۶ھ) نے بھی
فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھتے تھے۔

(ابوداؤد ۲/۲۶۶)

محترم جناب شیخ صاحب ہم نے آپ کے اپنے علماء سے ثابت کیا
ہے کہ وہ نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا صحیح سمجھتے تھے تو اب بھی آپ یہی
معزز شخصیت یہ کہہ کر نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا ثابت نہیں تو پھر ہم
اس کا شکر اللہ سے ہی کرتے ہیں۔

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والوں کے دلائل کا جائزہ
دلیل نمبر (۱)

قال الامام ابو داؤد: حدثنا محمد بن محبوب
حدثنا حفص بن غیاث، عن عبد الرحمن بن اسحاق،
عن زیاد بن زید، عن ابی جحفة، ان علیاً رضی اللہ عنہ
قال السنة وضع الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت
السرة. (ابوداؤد، حدیث نمبر ۶۳۵)

ترجمہ: علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سنت میں سے ہے ہتھیلی کو ہتھیلی پر نماز
میں ناف کے نیچے رکھنا۔

الجواب: اس کی سند میں عبد الرحمن بن اسحاق الواسطی الکوفی ضعیف
ہے، امام احمد بن حنبل نے فرمایا: اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں
(میزان الاعتدال ۵۳۸/۲) امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابن
معین، امام ابویاقظ، امام ابن حبان، امام ابن سعد نے ضعیف کہا ہے۔
(تہذیب ۱۳۷۶) اور اس کے استاد زیاد بن زید مجہول الحال ہے،
یعنی محدثین کو پتہ نہیں یہ کون تھا، کہا کا تھا، کیسا تھا، امام ابویاقظ، امام
ذہبی، امام ابن حجر، امام خورجی نے یہی فرمایا ہے۔

(میزان ۸۹/۲، تقریب، ص: ۸۳، تہذیب ۳۶۹/۲)

دلیل نمبر (۲)

قال ابن ابی شیبہ: حدثنا ابو معاویہ عن
عبد الرحمن بن اسحاق، عن زیاد بن زید السوائی، عن ابی
جحفة، عن علی قال: من سنة الصلوٰۃ وضع الایدی علی
الایدی تحت السرة. (معنی ابن ابی شیبہ ۱/۴۲)

ترجمہ: علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز میں سنت میں سے ہے کہ
ہاتھوں کو ہاتھوں پر ناف کے نیچے رکھنا۔

الجواب: اس کی سند میں بھی وہی عبد الرحمن بن اسحاق کا استاد
زیاد بن زید ہے جو دلیل نمبر (۱) کی سند میں ہیں ان کی وضاحت وہاں
گزر چکی ہے کہ عبد الرحمن ضعیف ہے اور زیاد مجہول الحال ہے۔

دلیل نمبر (۳)

قال ابن ابی شیبہ: حدثنا یزید بن ہارونہ قال
اخبرنا حجاج بن حسان قال: سمعت اباجملو او سألتہ
قال: قلت کیف یصنع قال: یضع باطن کف یمینہ
علی ظاہر کف شمالہ ویجعلہا من اسفل من السرة.

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۴۲۷)

ترجمہ: حجاج بن حسان نے ابوجملو سے پوچھا یاंना کہ نماز میں ہاتھ
کس طرح رکھے تو انہوں نے کہا دائیں ہاتھ کی پھیلی بائیں ہاتھ کے
بیرونی حصہ پر رکھے اور اس کو ناف کے نیچے رکھے۔

الجواب: مجترم نے غلطی سے یمن کو یمن سمجھ کر رکھے کا ترجمہ کیا ہے
اور یہ تابعی کی بات نبی ﷺ کے عمل کے خلاف ہے، اتباع صرف نبی
ﷺ کی کرنی ہے۔

دلیل نمبر (۴)

قال ابن ابی شیبہ: حدثنا وکیع، عن ابی معشر،
عن ابراہیم قال: یضع یمینہ علی شمالہ فی الصلوة
تحت السرة. (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۴۲۷، کتاب الآثار، حدیث
نمبر ۱۲۰)

ترجمہ: ابراہیم نخعی نے کہا کہ اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے
نیچے رکھے۔

الجواب: اس کی ایک سند تو یہ ہے جو ہم نے ذکر کی دوسری سند جو
کتاب الآثار میں ہے وہ اس طرح ہے:

قال محمد الشیبانی: اخبرنا الربیع بن صبیح، عن
ابی معشر، عن ابراہیم... الخ

بات یہ ہے کہ دوسری سند میں الربیع بن صبیح ضعیف ہے، امام ابن
معین، امام نسائی، امام ابن سعد ساجی کا یہی کہنا ہے۔ (تہذیب
۴۱۰/۲) اور امام جوزجانی کا بھی یہی فرمان ہے۔ (احوال الرجال،
ص: ۱۲۳)

اور یہ مدس بھی ہے (تہذیب ۴۱۰/۲) اس لئے ضعیف ہے،

دوسری بات یہ ہے کہ یہ تابعی کی بات ہے اور نبی ﷺ کے عمل سے ٹکرا
رہی ہے۔

دلیل نمبر (۵)

قال الامام ابو داؤد: حدثنا مسدد اخبرنا
عبدالواحد بن زیاد عن عبد الرحمن بن اسحاق
الکوفی عن سیار ابی الحکم، عن ابی وائل قال قال
ابو ہریرة: اخذ الاکف علی الاکف فی الصلوة تحت
السرة. (ابو داؤد ۲/۲۶۶)

ترجمہ: میدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاتھوں کو ہاتھوں سے پکڑ
کر نماز میں ناف کے نیچے رکھنا ہے۔

الجواب: اس کی سند میں عبدالرحمن بن اسحاق ضعیف ہے، اس کی
تفصیل دلیل نمبر (۱) کے جواب میں گزر چکی ہے۔

(تہذیب ۱۳۷/۶)

دلیل نمبر (۶)

عن انس قال: ثلاث من اخلاق النبوة تعجیل
الافطار وتأخیر السجود وضع اليد الیمنی علی الیسر فی
الصلوة تحت السرة. (الجواهر النقی ۳۲/۲، معارف السنن
۴۴۴/۲)

ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا تین باتیں نبوت کے اخلاق میں سے
میں روزہ کے افطار میں جلدی کرنا اور سحری میں تاخیر کرنا اور دائیں ہاتھ
کو بائیں ہاتھ پر نماز میں ناف کے نیچے رکھنا۔

الجواب: جناب سے گزارش ہے کہ صاحب الجواہر النقی، علامہ علاء
الدین بن علی بن عثمان المارودینی، مشہور ابن ترکمانی نے اس کی سند ذکر
نہیں کی (الجواہر ۳۲/۲) بلکہ انہوں نے ابن حزم کے حوالے سے
ذکر کی ہے، ابن حزم نے (المکلی ۳۰/۲) میں بھی سند ذکر نہیں کی، الجواہر
النقی ۴۵۵/۲ میں فوت ہوا اور ابن حزم ۴۸۸ ہجری میں فوت
ہوئے جو انس رضی اللہ عنہ کے چار سو سال اور سات سو سال بعد پیدا ہوا ہوا اس
کی بات کو بغیر سند کے قبول کیسے کیا جاتے کیونکہ اس کی ملاقات انس رضی اللہ عنہ

مولانا صاحب کے اپنے عالم علامہ محمد حیات سندھی نے باقاعدہ ایک کتابچہ لکھا ہے فتح الغفور فی تحقیق وضع الایدی علی الصدور اس میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور سینہ پر ہاتھ باندھنے کو صحیح۔

نمبر (۵)

مولانا صاحب کے اپنے عالم علامہ مرزا مظہر جان جاناں بھی نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھتے تھے۔ (ملین الہدایہ ۱/۲۵۰)

اختصار کی وجہ سے انہیں پر اکتفاء کرتے ہیں۔
نہ تم مدے ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے
نہ یہ کھتے راز سربستہ نہ یہ رسوائیاں ہوتی
غلطی نمبر (۱)

محترم فرماتے ہیں: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا پھر ان دونوں کو سینہ کے اوپر رکھا یہ روایت مستحکم فیہ اور ضعیف ہے۔ (ص ۱۶، ۱۷ ملخصاً)

ازالہ:

جناب سے گزارش ہے کہ آپ کے اپنے عالم علامہ ابن نجیم کے نزدیک نماز میں ہاتھ باندھنے کے اعتبار سے زیادہ یہی روایت صحیح ہے۔ (مجموع الفتاویٰ ۲۰۲/۳) اور علامہ عبدالحی النھونی نے بھی اس کو ثابت مانا ہے۔ (عمدة الرماۃ ۱/۱۶۵) ہذا محمد صاحب الخلاۃ نے بھی اس کو ثابت مانا ہے۔ (درج الدرر فی وضع الیدین فی الصلاۃ علی الصدر) علامہ محمد حیات سندھی نے بھی صحیح کہا ہے۔ (فتح الغفور)

غلطی نمبر (۲)

محترم فرماتے ہیں: حضرت بلال طائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ دائیں طرف اور بائیں طرف متوجہ ہو جاتے تھے اور اس کو اپنے سینے پر رکھے ہوئے یہ روایت بھی حدیث قدیم کی ضعیف اور مستحکم فیہ ہے۔ (ملخصاً: ص ۱۸، ۱۷)

ازالہ:

سے نہیں ہوتی تو لازماً ایسے لوگ ہوں گے جنہوں نے یہ بات ان اماموں تک پہنچائی ہے ان لوگوں کا ذکر ہی نہیں ملتا وہ کون ہیں۔
مولانا کے اپنے علماء نے ان کے دلائل کو ضعیف کہا ہے
نمبر (۱)

مولانا صاحب کے اپنے عالم علامہ امداد اللہ فرماتے ہیں:
واما حدیث علی رضی اللہ عنہ انہ قال: من السنة فی الصلاۃ وضع الیمنی علی الشمال تحت السرۃ فضعیف متفق علی تضعیفہ (شرح الہدایہ ص: ۴۰۰)
ترجمہ: جو علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نماز کی سنت میں سے ہے کہ بیدھے ہاتھ کو اٹھائے ہاتھ پر رکھ کر ناف کے نیچے رکھا جائے، یہ حدیث ضعیف ہے اور تمام علماء کا اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔

نمبر (۲) مولانا صاحب کے اپنے عالم امیر علی فرماتے ہیں:
ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث بالاتفاق ائمہ محدثین ضعیف ہیں۔ (ملین الہدایہ ۱/۲۵۰)

نمبر (۳)

مولانا صاحب کے اپنے عالم ابوالحسن سندھی رفع الیدین بھی کرتے تھے اور سینہ پر ہاتھ بھی باندھتے تھے تو اس عمل کرنے کی وجہ سے وقت کے قاضی نے آپ کو جیل میں بند کر دیا اور کہا اگر یہ عمل کرنا چھوڑ دے گا تو تجھے رہائی دے دوں گا تو آپ نے قسم اٹھا کر فرمایا:

لا افعّل شیئاً لہ یصح عندی ولا اتوک شیئاً صح عندی من فعلہ ﷺ وحلف علی ذلک۔

میں قلعاً وہ کام نہیں کروں گا جو میرے نزدیک صحیح نہیں ہے اور قلعاً وہ کام نہیں چھوڑوں گا جو رسول اللہ ﷺ کے عمل سے میرے نزدیک صحیح ہے۔ (تراجم الشیوخ للعلامة محمد عابد سندھی)

پتہ چلا علامہ ابوالحسن سندھی کے نزدیک ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی حدیث صحیح نہیں تھی تو آپ سینہ پر ہاتھ باندھ رہے تھے۔

نمبر (۴)

غلطی نمبر (۵)

محترم فرماتے ہیں: زیرِ نواف ہاتھ باندھنے میں تعظیم بھی ہے۔
(ص: ۱۸)

ازالہ:

محترم فرماتے ہیں لیکن غور نہیں کرتے کیونکہ نواف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں تعظیم ہوتی تو محترم اپنی عورتوں کو اس سے محروم نہ کرتے، دوسری بات یہ ہے کہ جس جگہ ہاتھ باندھتے ہیں اس جگہ کوئی اپنی جوان بیٹی، بہن کے سامنے کھانے پینے کی چیزیں نہیں ہوتا۔

غلطی نمبر (۶)

محترم فرماتے ہیں: (ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے سے) عورتوں کی مشابہت بھی نہیں ہوتی۔ (ص: ۱۸)

ازالہ:

محترم سے گزارش ہے کہ اگر آپ نماز میں عورتوں کی مشابہت سے بچنا چاہتے ہیں تو نماز میں کھڑا ہونا، ہاتھ باندھنا، رکوع کرنا، سجدہ کرنا، تشہد میں بیٹھنا چھوڑ دیں، کیونکہ یہ سب کچھ عورتیں کرتی ہیں، جناب سے عرض ہے کہ یہ کوئی مشابہت نہیں کیونکہ اس کو ہمارے نبی ﷺ نے مشابہت نہیں فرمایا۔

مولانا کا مبلغ علم:

محترم فرماتے ہیں: سینے پر ہاتھ باندھنے سے متعلق تین روایات ہم کو ملی ہیں۔ (ص: ۱۶)

جناب کو کتاب لکھنے کا توشق ہو گیا لیکن اپنے علم کا پتہ نہیں تھا کہ میرا علم کتنا ہے۔ جناب سینے پر ہاتھ باندھنے والی احادیث ہم نے پیچھے ذکر کر دی ہیں ان کی تعداد گن لیں وہ تین سے زیادہ ہیں، ملخصاً

① حلب ﷺ (مسند احمد ۵/۲۲۶)

② دائل ﷺ (صحیح ابن خزيمة ۱/۲۴۳)

③ علی ﷺ (سنن الکبریٰ ۲/۳۰)

④ عبد اللہ بن عباس ﷺ (سنن الکبریٰ ۲/۳۱)

(بقیہ صفحہ ۲۱)

جناب سے گزارش ہے کہ اس کو آپ کے اپنے علماء نے صحیح کہا: علامہ عجمی نے صحیح کہا ہے۔ (آثار السنن ۱/۶۷) علامہ عبدالحی لکھنوی نے ثابت مانا ہے۔ (عمدة الراية ۱/۱۶۵) علامہ محمد حیات سندھی نے (فتح المغفور) میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کے ثبوت پر پہلی دلیل یہ پیش کی ہے۔ علامہ جد امجد صاحب نے بھی اسے ثابت مانا ہے۔ (درج الدرر)

غلطی نمبر (۳)

محترم فرماتے ہیں: حضرت طاؤس بن کيسان کی روایت مرسل ہے اور سندا ضعیف ہے۔ (ملخصاً ص: ۱۸)

ازالہ:

مولانا صاحب کے اپنے عالم جد امجد صاحب الخلفہ فرماتے ہیں: قد ثبت من حدیث وائل وھلب تعدد الواقعة استفيد من ظاهر كان في طاوس المجبر الاستمرار۔ ترجمہ: وائل اور ہلب رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ متعدد بار رسول اللہ ﷺ نے سینہ پر ہاتھ باندھے ہیں اور طاؤس کی روایت سے تو پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ سینہ پر ہاتھ باندھے ہیں۔ (درج الدرر للعلامة رشاد اللہ راشدی)

غلطی نمبر (۴)

محترم فرماتے ہیں: جب زیرِ نواف ہاتھ باندھنے کی روایات کی تعداد بھی زیادہ ہے (ص: ۱۸)

ازالہ:

محترم آپ نے تین صحابہ: علی، ابو حریرہ، انس رضی اللہ عنہم اور دو تابعین: ابو جابر، ابراہیم سے نقل کیا یعنی نوٹس ۵ ہیں، جبکہ ہم نے سینہ پر ہاتھ باندھنا: وائل، ہلب، علی، انس، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم پانچ صحابہ اور چار تابعین: محمد بن کعب، عامر، ابو الجوزاء طاؤس رضی اللہ عنہم اور آپ کے اپنے علماء سے بھی ہم نے سینہ پر ہاتھ باندھنا ثابت کیا ہے: ابو الحسن سندھی، محمد حیات سندھی، مرزا مظہر جان جاناں، جد امجد صاحب الخلفہ، ملا امداد اللہ، اکمل الدین الباری، قوام الدین، سات علماء ہیں اب بتائیں زیادہ تعداد پانچ ہیں ہے یا.....؟



ایک مجلس میں تین طلاق دینے کو ایک طلاق شمار کرنے کے متعلق اسلامی نظریاتی کونسل کا بروقت اور درست فیصلہ

[الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ ۖ فَاَمْسَاكَ بِمَعْرُوفٍ اَوْ تَسْرِيْعٍ
بِإِحْسَانٍ] (البقرہ: ۲۲۹)
یہ طلاقیں دو مرتبہ ہیں پھر یا تو اچھائی سے روکتا ہے یا عمدگی کے
ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔

مذکورہ آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ”مَرَّتَيْنِ“ کا لفظ بیان فرمایا
ہے جو کہ ”مرہ“ کا تثنیہ ہے، وہ ظاہر کرتا ہے کہ طلاق دو مرتبہ، وقفہ وقفہ سے
ہے نہ کہ ایک ہی جگہ پر دو طلاقیں، یہ بات سمجھنے کیلئے قرآن مجید کی مندرجہ
ذیل آیت پر غور کرنا چاہئے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

[يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَوْ تَتَوَلَّوْا الْكُفْرَ كُنْتُمْ مَكْذِبِينَ
أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَمْ يَتَلَعُوا الْعِلْمَ مِنْكُمْ قُلْتُ مَرَّتَيْنِ
مِنْ قَبْلِي صَلَوةُ الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُمْ مِنَ
الظَّهْرِ وَحِينَ تَغْدُوَ الْعِشَاءَ ۚ قُلْتُ عَوْدَتِ لَكُمْ ۚ]
ترجمہ: مومنو! تمہارے غلام لوٹریاں اور جو بچے تم میں سے بلوغ کو
نہیں پہنچے تین دفعہ یعنی (تین اوقات میں) تم سے اجازت لیا کریں۔
(ایک تو) نماز صبح سے پہلے اور (دوسرے گرمی کی دوپہر کو جب تم
پہننے سے اتار دیتے ہو۔ اور تیسرے عشاء کی نماز کے بعد۔ (یہ) تین
(وقت) تمہارے پردے (کے) ہیں۔ (النور: ۵۷)

مندرجہ بالا آیت مبارکہ پر غور کریں گے تو معلوم ہوگا
کہ اس جگہ پر اللہ تعالیٰ نے ”ثلاث مرات“ کے الفاظ بیان کئے ہیں جو کہ
”مرہ“ کا جمع ہے، یہ بات بھی بتلائی گئی کہ وہ تینوں وقت وقفہ کے بعد
ہیں، ثابت ہوا کہ ”مرہ“ میں دفعہ کا مفہوم موجود ہے، ٹھیک اسی طرح
[الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ] میں بھی دو دفعہ وقفہ وقفہ سے طلاق ہے، ایک
طلاق کے بعد وقفہ کی جو قید لگائی گئی ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ اس وقفہ

اسلامی نظریاتی کونسل نے بڑے غور و خوض کے بعد ایک مجلس میں
تین کٹھی طلاقیں دینے کو ایک طلاق شمار کرنے اور شوہر کو اپنی بیوی کی
طرف رجوع کرنے کا حق دینے کا جو فیصلہ کیا ہے وہ پاکستان میں جملہ
روزناموں نے نمایاں طریقہ سے شائع کیا ہے، ایسا عظیم، بروقت اور
قرآن و سنت کی تعلیم کے عین مطابق فیصلہ جاری کرنے والے سب
معزز طلبائے کرام مبارکباد کے مستحق ہیں، اس حوالے سے اسلامی نظریاتی
کونسل کا کیا صحیح فیصلہ معزز قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:

اسلامی نظریاتی کونسل کے سربراہ مولانا محمد فاضل شیرانی نے میڈیا کو
بریفنگ دیتے ہوئے کہا کہ:

طلاق دینے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ ایک وقت میں ایک ہی
طلاق دی جائے اور تین کٹھی طلاقیں دینا خلاف سنت اور گناہ ہے....
کٹھی تین طلاقیں دینے اور لکھنے والے پر تعزیری سزا جاری کی جاسکتی
ہے.... ایک وقت میں ایک طلاق دی جائے ہو سکتا ہے کہ وہ خصم کی
حالت میں ہو اور پھر پشیمان ہو تو تجدید کر لے، انہوں نے کہا کہ اس
سفارش کا مقصد معاشرے میں طلاقوں کے بڑھتے ہوئے رجحان کو روکنا
ہے۔ (روزنامہ جنگ کراچی ۲۲ جنوری ۲۰۱۵ء)

مذکورہ فیصلے کو اگر قرآن اور حدیث کی تعلیم اور سلف صالحین
بچشم کے فہم کی روشنی میں دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک مجلس میں
دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق شمار کرنے کا فیصلہ بالکل درست اور
انسان ذات کی عورت اور فائده کے حوالے سے نہایت عادلانہ ہے،
اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول محمد ﷺ نے شوہر کو جائز حدود
کے اندر طلاق دینے کا جہاں حق دیا ہے وہاں اس کا طریقہ بھی بتلایا ہے
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

محمد بن لبید رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے روایت ہے کہ:
 اخبر رسول اللہ ﷺ عن رجل طلق امرأته ثلاث
 تطليقات جميعاً فقام غضباناً ثم قال: ايلعب
 بكتاب الله وانا بين اظھر كم حتى قام رجلاً وقال يا
 رسول الله ألا أقتله. (سنن نسائي: ۲۲۳۰، السنن الكبرى
 للنسائي: ۵۵۶۳)

رسول اللہ ﷺ کو ایک شخص کے بارے میں خبر دی گئی کہ اس
 نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں اٹھی دی ہیں (یہ خبر سنتے ہی) آپ ناراضگی
 کی حالت میں اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: کیا میری موجودگی میں اللہ کی
 کتاب (یعنی قرآن مجید) کے ساتھ کھیلنا جائے گا؟ حتیٰ کہ ایک شخص کھڑا
 ہوا اور بولا: اے اللہ کے رسول! (ﷺ) کیا میں اسے قتل کر دوں؟
 نافع بن عجمیر بن عبد یزید بن رکانہ، رحمہ اللہ سے صحیح سند سے روایت
 ہے کہ

أن ركانة ابن عبد يزييد طلق امرأته سهيمة البتة
 فأخبر النبي ﷺ بذلك وقال: ما أردت الا واحدة.
 فقال رسول الله ﷺ: والله! ما أردت الا واحدة. فردحاً
 اليه رسول الله ﷺ، فطلقها الثانية في زمان عمر
 والثالثة في زمان عثمان. (سنن ابی داؤد: ۲۲۰۶، السنن
 الكبرى للبيهقي: ۱۵۰۰۰، سنن الدار قطنی: ۳۹۳۳، مسند الشافعی،
 ص: ۲۶۸)

رکانہ بن عبد یزید رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سہیمہ (رضی اللہ عنہا) کو تین طلاقیں دی
 پھر نبی ﷺ کو اس کی خبر دی اور عرض کیا کہ اللہ کی قسم! میں نے ایک
 ہی (طلاق دینے) کا ارادہ کیا تھا، تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم
 سے! تو نے صرف ایک ہی (طلاق) کا ارادہ کیا تھا؟ رکانہ (رضی اللہ عنہ) نے
 عرض کیا کہ: اللہ کی قسم! میں نے صرف ایک ہی (طلاق) کا ارادہ کیا
 تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کی بیوی کو اس کی طرف لوٹایا، پھر
 اس (یعنی رکانہ رضی اللہ عنہ) نے اس (بیوی) کو دوسری طلاق عمر (رضی اللہ عنہ) کے
 دور میں اور تیسری (طلاق) عثمان (رضی اللہ عنہ) کے دور میں دی۔

میں شوہر سوچ بچار سے کام لے کہ اس نے عجلت میں جو جذباتی فیصلہ کیا
 ہے وہ کتنی مد تک صحیح ہے؟ امید واثق ہے کہ اس وقت میں وہ اپنے لئے،
 اپنی بیوی اور بچوں کیلئے بہتر فیصلہ کر لے گا، جس میں اللہ تعالیٰ کی دی گئی
 رخصت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دوبارہ اپنا گھر آباد کر سکتا ہے، وقفہ کا حکم
 ہے ہی اس شخص کیلئے جس نے جلد بازی میں اپنی بیوی کو طلاق دی تھی
 اور بعد میں اس کی طرف رجوع کرنے کا قوی ارادہ رکھتا ہو، اللہ تعالیٰ
 اپنے بندوں کی کمزور طبیعت اور جلد بازی مزاج سے اچھی طرح واقف
 ہے، اس لئے اس نے اپنی خاص رحمت سے اپنے بندوں کو ہر جگہ پر
 ہدایتی سے نکلنے کیلئے کوئی نہ کوئی راستہ ضرور دکھایا ہے، جیسے مٹھا کرنے
 کے بعد توبہ کر راستہ بتایا، اسی طرح یہاں جذبات، غصے اور عجلت میں دی
 گئی طلاق کے بعد وقفہ کی گنجائش رکھی ہے، اس امت پر اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا
 اور عظیم احسان ہے۔

محمد رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانے میں طلاق دینے کا جو
 طریقہ رائج تھا وہ ذکر کیا جاتا ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

كان الطلاق على عهد رسول الله ﷺ وابي بكر
 وسنتين من خلافة عمر، طلاق الثلاث واحدة فقال
 عمر بن الخطاب: ان الناس قد استعجلوا في أمر كانت
 لهم فيه أناة، فلوأ مضيناه عليهم فأمضاه عليهم.
 (صحيح مسلم: ۳۶۶۳، مسند احمد: ۲۸۶۰، السنن الكبرى للبيهقي:

۱۴۹۶۲، حاکم: ۲۸۲۴، سنن الدار قطنی: ۳۹۴۳)

رسول اللہ ﷺ اور (امیر المؤمنین) ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کے عہد میں اور
 (امیر المؤمنین عمر) (رضی اللہ عنہ) کے خلافت کے شروع والے دو برسوں میں
 (یکبار دی گئی) تین طلاقیں کو ایک ہی (طلاق) شمار کیا جاتا تھا، پھر عمر
 بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے کہا: جس کام میں لوگوں کو سوچ بچار کی ہمت دی
 گئی تھی اس میں انہوں نے جلدی (اور غیر بنجیدگی) کی ہے (یعنی وہ
 یکبارگی تینوں طلاقیں اٹھی دے دیتے ہیں) اس لئے ان تینوں طلاقیں
 کو ہی نافذ کیا جائے، پھر اس طرح نافذ کریں۔

طاؤس رحمہ اللہ سے صحیح سند سے روایت ہے کہ:

أَنَّ أَبَا الصَّهْبَاءِ قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ: أَتَعْلَمُ أَنَّهَا كَانَتْ الثَّلَاثَ تَجْعَلُ وَاحِدَةً عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبَى بَكْرٍ وَثَلَاثًا مِنْ أَمَارَةِ عُمَرَ؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: نَعَمْ.

(صحيح مسلم: ۳۶۴۳ سنن ابی داؤد: ۲۲۰۰ سنن النسائي: ۳۳۲۵)

السنن الكبرى للنسائي: ۵۵۶۹۰ السنن الكبرى للبيهقي: ۱۳۹۴۳

معرفة السنن والآثار للبيهقي: (۳۳۲۱)

ابو الصہبہ (رحمہ اللہ) نے ابن عباس (رحمہ اللہ) سے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ نبی ﷺ کے زمانے میں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اور عمر رضی اللہ عنہ کے امارت کے شروع والے تین برسوں تک تین طلاقوں کو ایک (طلاق) سمجھا جاتا تھا؟ تب ابن عباس نے کہا کہ: ہاں۔

مگر عمر رضی اللہ عنہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا:

إِذَا قَالَ: أَنْتَ طَالِقٌ ثَلَاثًا بِفَمٍّ وَاحِدٍ فَهِيَ وَاحِدَةٌ.

جب (کوئی) کہنے والا (اپنی بیوی کو) ایک ہی مرتبہ کہے کہ: تجھے

تین طلاقیں ہیں تو وہ ایک (ہی طلاق) ہے۔ (سنن ابی داؤد: ۲۱۹۷)

بیان کی گئی مرفوع اور موقوف روایات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ کوئی شوہر اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں اٹھی دیتا ہے تو از روئے شریعت وہ تین طلاقیں، ایک طلاق شمار کی جائیں گی، صاحب

وحی محمد رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانے میں تین اٹھی طلاقوں کو ایک شمار کیا جاتا تھا اور شوہر کے رجوع کرنے پر انہیں اکٹھا رہنے کا حکم دیا جاتا تھا، اس کے بعد شوہر کے پاس باقی دو طلاقوں کا حق پہنچتا تھا،

انسانی فطرت اور طبیعت سے ملتا جلتا وہ نبوی فیصلہ امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بھی رائج رہا، اسی طرح امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کی امارت کے شروع والے دو یا تین برس تک بھی ایک مجلس

میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک شمار کیا جاتا تھا، جب لوگوں میں طلاق دینے میں بے احتیاطی اور جلد بازی سے کام لیا جانے لگا تو امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بہن سکھانے اور انہیں سزا دینے کیلئے سیاسی

اور تعزیری فیصلہ جاری کرتے ہوئے ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کو تین ہی شمار کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

مستحقین طلاق حق نے ہر دور میں امیر المؤمنین کے اس فیصلے کو

خالصتاً سیاسی اور تعزیری قرار دیا ہے اور دیتے چلے آرہے ہیں، جیسا کہ

اب ہوا ہے، ہم اس جگہ پر نہایت تنجیدی سے عرض کرتے ہیں کہ جو لوگ

فاروقی فیصلے کو بڑی شہومد سے ذکر کرتے ہیں وہ ہمیں بتائیں کہ عہد

رسالت، صدیقی دور خلافت اور فاروقی امارت کے شروع والے دو یا

تین برسوں میں ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق شمار

کرنے والا فیصلہ شرعی تھا یا غیر شرعی؟ اگر کہیں گے کہ غیر شرعی تھا تو پھر

ایمان اور عقیدہ میں باقی کیا بچے گا؟ مجھے یقین کامل ہے کہ کسی مفتی، مجتہد،

اور اہل علم میں یہ جرات نہیں ہوگی جو کہے کہ ان ادوار میں کئے گئے فیصلے

غیر شرعی تھے؟ اگر یہ فیصلہ ان ادوار میں شرعی تھا تو آج کے دور میں

غیر شرعی اور ناقابل عمل کیسے بن گیا؟ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی

بھی امتی کا کوئی بھی فیصلہ صاحب وحی اور شارح قرآن محمد ﷺ کے حکم

اور فیصلے کے برعکس ہو تو پھر کیا کرنا چاہئے؟ اس مضمون کی مناسبت سے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ:

[يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ، فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى

اللَّهِ وَالرَّسُولِ] (النساء: ۵۹)

ترجمہ: مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو تم

میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی اور اگر کسی بات میں تم میں

اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ

اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ بات سمجھائی ہے کہ ہر

اختلافی مسئلے میں فیصل شخصیت محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے، اگر ہم صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم کے مبارک دور پر نظر دوڑاتے ہیں تو وہ قرآن مجید کی اس آیت پر عمل

کرتے دکھائی دیتے ہیں، مضمون کی مناسبت سے کچھ واقعات ذکر کئے

جاتے ہیں تاکہ صحابہ کرام کا عالمی منہج آسانی سے سمجھ میں آسکے:

كان عمر بن الخطاب يقول: الدية للعاقلة ولا تراث المرأة من دية زوجها شيئاً حتى قال له الضحاك بن سفيان: كتب الى رسول الله ﷺ أن ورت امرأة أشيم الضباني من دية زوجها، فرجع عمر (سنن الترمذی: ۲۱۱۰، سنن ابی داؤد: ۲۹۲۴، سنن ابن ماجہ: ۲۶۳۲، مسند احمد: ۱۵۳۱۸، ۱۵۳۱۹، المعجم الكبير للطبرانی: ۸۰۶۳، ۸۰۶۵، ۸۰۶۶، ۸۰۶۷، المنتقى لابن الجارود: ۹۶۶)

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ دیت صرف مائتہ (یعنی باپ کی طرف سے رشتہ داروں اور کنبہ والوں) کو ہی ملے گی اور بیوی کو اپنے شوہر کی دیت میں سے کچھ نہیں ملے گا، حتیٰ کہ اس کو ضحاک بن سفيان (الکلابی رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے لکھا تھا کہ میں اشم ضبانی رضی اللہ عنہ کی بیوی کو اس کے شوہر کی دیت میں سے حصہ دلاؤں۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے رجوع کیا۔

اس حدیث مبارکہ کو غور سے پڑھیں کہ وقت کے امیر المؤمنین کی رائے تھی کہ جب دیت قاتل کے ”عصبہ“ والے ادا کرتے ہیں تو پھر وہ دیت بھی مقتول کے عصبہ رشتہ داروں کو ہی ملے، جب کہ بیوی عصبہ میں شامل نہیں ہے، جب علیہ السلام کی ذاتی رائے محمد رسول اللہ ﷺ کے فرمان مبارک کے برعکس ہوئی تو ضحاک بن سفيان رضی اللہ عنہ بغیر کسی ہتھیار اور ڈر کے، ان کے سامنے نبوی فرمان پیش کیا تو قیصر و کسریٰ کی بادشاہتوں کو فتح کرنے والے مرد میدان نے، اپنی گردن بکھالی۔

⑤ بخالہ بن عبیدہ اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ، میں جزد بن معاویہ، احنف (بن قیس رضی اللہ عنہ) کے چچا کے پاس کا تب تھا۔

فاتانا کتاب عمر بن الخطاب قبل موته بسنة فرقوا بين كل ذي محرم من المجوس، ولهم يكن عمر اخذا المجزية من المجوس حتى شهد عبد الرحمن بن عوف ان رسول الله ﷺ اخذها من مجوس هجر. (صحیح بخاری: ۳۱۵۴، سنن الترمذی: ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، سنن ابی داؤد: ۳۰۳۳، مسند احمد: ۱۶۶۰، مسند حمیدی: ۶۳، مسند ابی داؤد الطیالسی: ۱۶۶۰)

① سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے روایت ہے کہ: انه سمع رجلاً من اهل الشام وهو يسأل عبد الله بن عمر عن التمتع بالعبرة الى الحج، فقال عبد الله بن عمر: هي حلال. فقال الشامي: ان ابائك قد نهى عنها، فقال عبد الله بن عمر: ارايت ان كان ابى نهى عنها، وصنعها رسول الله ﷺ أم ابي يتبع أم أمر رسول الله ﷺ فقال الرجل: بلى أمر رسول الله ﷺ، فقال لقد صنعها رسول الله ﷺ. (سنن الترمذی: ۸۲۴)

اس نے ایک شامی شخص کو، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے حج تمتع کے بارے میں سوال کرتے ہوئے سنا، عبد اللہ بن عمر نے فرمایا: وہ تو حلال (اور جائز) ہے، شامی (شخص) نے کہا: آپ کے باپ (عمر) نے اس سے منع کیا ہے، تب عبد اللہ بن عمر نے فرمایا: دیکھ، اگر میرا باپ کسی چیز سے منع کرے اور رسول اللہ ﷺ وہ کام کریں تو کیا میرے باپ کا حکم مانا جائے گا یا رسول اللہ ﷺ کا؟ اس (شامی) شخص نے کہا: بلکہ رسول اللہ ﷺ کا حکم (مانا جائے گا) پھر (عبد اللہ بن عمر) نے فرمایا: تحقیق رسول اللہ ﷺ نے یہ کام کیا ہے۔

معزز قارئین! غور کریں وہ مبارک دور کتنا علمی دور تھا جس میں اللہ تعالیٰ اور محمد ﷺ کے حکم کے مقابلے میں کسی دوسرے شخص کی ذاتی رائے اور کچھ کر دین نہیں سمجھا جاتا تھا، سلف صالحین رحمہم کا وہی فہم قول کیا جائے گا جو قرآن و سنت کی تعلیم کے مطابق ہوگا۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین کے فرزند ارجمند اور جنتی ہیں، اس جگہ پر انہوں نے نہ صرف شام کے باسی کو یہ سبق دیا بلکہ رہتی دنیا تک کے سب مسلمانوں کو بھی یہ نصیحت کی کہ میرے باپ، علیہ السلام، امیر المؤمنین اور آدمی دنیا کے قاتل کی کوئی بات، اگر صاحب وحی محمد ﷺ کے فرمان عالی شان سے ٹکرائے تو اس کو چھوڑ کر، نبوی فرمان کی پیروی کی جائے، کسی مسلمان میں یہ جرات ہے کہ وہ کہے کہ اس جگہ پر یہ نہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بے ادبی اور گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں؟ یقیناً کوئی نہیں کہے گا۔

⑤ امام سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے روایت ہے کہ:

المہدییین تمسکوا بہا..... الحدیث (سنن الترمذی: ۲۶۷۲، سنن ابی داؤد: ۳۹۰۴، مسند احمد: ۱۶۶۹۲، حاکم: ۳۹۰، موارد الطہان: ۱۰۲) میری سنت اور میرے خلفاء کی سنت اپنائے رکھنا، جو اصحاب رضہ و ہدایت ہیں (سنت کو) کو خوب مضبوطی سے تھامنا۔ نہیں سن رکھا تھا؟

حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں وقت کے امیر المؤمنین کیلئے بڑی تعظیم تھی، انہوں نے سب سے پہلے محمد ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کی تعلیم حاصل کی تھی اور جس مسئلے میں آپ کی کوئی سنت ان کے علم میں نہ تھی اور خلفاء راشدین کی سنت معلوم تھی ان پر بھی عمل کرتے تھے، انہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مقابلے میں کسی اور کی بات پر عمل کرنے کا ماحول نہ آنکھوں سے دیکھا تھا اور نہ کانوں سے سنا تھا، اس لئے وہ وقتاً فوقتاً اس پاکیزہ منہج کا مظاہرہ کرتے رہتے تھے۔

مقلدین حضرات اس جگہ پر خلفائے راشدین کی پیروی کرنے کے حوالے سے بڑے شردمند سے بات کرتے نظر آتے ہیں اور ان کی کسی اجتہادی رائے میں بات نہ ماننے پر انتہائی سخت فتوے لگاتے نظر آتے ہیں، ایسے مقلدین کی خدمت میں امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کی ذات سے تعلق رکھنے والے کچھ فیصلے اور عمل ذکر کئے جاتے ہیں اور پھر ان سے پوچھیں گے کہ وہ ان فاروقی فیصلوں کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

① عبداللہ بن قاسم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

بينما الناس يصلون في مسجد رسول الله ﷺ اذ خرج عليهم عمر بن الخطاب رضي الله عنه، فقال: اقبلوا على بوجوهكم اصيل بكم صلوة رسول الله ﷺ التي كان يصلي ويأمر بها، فقام مستقبلاً للقبلة ورفع يديه حتى اذا بهما منكبيه وكبر ثم غص بصره ثم رفع يديه حتى اذا بهما منكبيه ثم كبر ثم ركع وكذا حين رفع، قال للقوم: هكذا كان رسول الله ﷺ يصلي بنا. (نصب الرية ۳۱۶، مسند الفاروق لابن كثير ۱۶۵-۱۶۶، شرح سنن الترمذ لابن سيد الناس ۲۱۷، واللفظ له بحال نور العيني في اثبات رفع اليدين، تأليف محدث العصر حافظ زبير علي زكي رحمه الله، اشاعت

۲۲۲، مسند ابی یعلیٰ: ۸۶۱۰، السنن الکبریٰ للمبیہقی: ۱۷۱۲۲، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۷۱۵، البحر الدخار المعروف بمسند البزاز: ۱۰۶۰، المتعلق لابن الجارود: ۱۱۰۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۳۱۶، سنن الدارمی: ۲۳۹۷، الرسالة للشافعی، ص: ۳۸۰، فقرہ: ۱۱۸۳)

پھر ہمارے پاس (امیر المؤمنین) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی وفات سے ایک سال پہلے لکھا ہوا حکم پہنچا کہ ہر اس مجوسی، جس کا کسی عزم عورت سے نکاح ہو تو دونوں میں جدائی کرادو، اور عمر رضی اللہ عنہ مجوسیوں سے جزیہ نہیں لیتے تھے حتیٰ کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کو ایسی دی کہ بیچک رسول اللہ ﷺ نے ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا۔

مذکورہ حدیث مبارک کو بنظر فائز پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی مجتہد، مفتی اور اہل علم سے زندگی کے کسی بھی موڑ پر کوئی نہ کوئی بھول، غلطی، اور اجتہادی خطا ہو سکتی ہے، جب اس قسم کی کوئی صورتحال سامنے آئے تو ہر علم والے کے اوپر یہ حق ہے کہ اگر وہ اس مسئلے میں قرآن اور سنت کی سمجھ رکھتا ہے تو وہ ادب اور اخلاق کے دائرے میں رہ کر مسلمان ماکم خواہ رعیت، کی رہنمائی کرے، عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا امیر المؤمنین کو ان کی اجتہادی خطا پر مطلع کرنا اور عمر رضی اللہ عنہ کا رجوع کرنا، حقیقت میں قرآن اور حدیث کی برتری کو ظاہر کرتا ہے، اس مقدس دور میں شخصیت پرستی کی وہاں پھیلی ہوئی تھی جبکہ قرآن و سنت کی خوشبو محسوس تھی، بد قسمتی سے آج کے سماج اور ماحول میں نہ قرآن کریم کے حکم کی کوئی پرواہ رہی ہے اور نہ ہی شارح قرآن محمد رسول اللہ ﷺ کے فرمان اور آپ کی سنت کی کوئی اہمیت رہی ہے، یہی سبب ہے کہ امت بربادی کی دلدل میں سر کے پالوں سے لے کر پاؤں کے توڑے تک پھنسی ہوئی نظر آتی ہے ماسوا فیل لوگوں کے، جن کو قرآن و حدیث کا فہم حاصل ہے۔

موقع کی مناسبت سے کچھ مثالیں ذکر کی گئی ہیں تاکہ نفس مضمون سمجھ میں آسکے ورنہ ان کے علاوہ بہت ساری مثالیں اور بھی موجود ہیں۔

مذکورہ بعض واقعات سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ صحابہ کرام کے ہاں، وقت کے امیر المؤمنین کی کوئی قدر و مقام نہ تھا؟ کیا انہوں نے نبی ﷺ کا فرمان: فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين

اکتوبر ۲۰۱۲ء، ص: ۱۹۵، ۱۹۶

عمر بن خطابؓ فرماتے تھے کہ

لاتنكح المرأة الاباخن وليها او ذى الرأى من
اهلها او السلطان. (السنن الكبرى للمبيهي: ۱۳۶۲، معرفة
السنن والافكار للمبيهي: ۴۴)

کوئی بھی عورت اپنے ولی یا صاحب رائے رشتہ دار یا سلطان کی
اجازت کے بغیر نکاح نہ کرے۔

بیان کیا گیا فاروقی حکم جو کہ قرآن مجید اور محمد مصطفیٰ ﷺ کے مقدس
فرمان کے بالکل عین مطابق ہے، اس کو قبول کیا جاتا ہے یا امام کی
طرف نسبت کئے گئے فیصلے کو صحیح سمجھ کر اس پر عمل کیا جاتا ہے۔
جس میں کچھ عیا ہے کہ:

ويقعد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاءها
وان لم يعقد ولي بکراً أو ثيباً. (ہدایہ اولین، کتاب النکاح،
باب فی الاولیاء والاخفاء: ۲/۳۱۳)

اور آزاد، ماقدر، بالغہ عورت کا نکاح اس کی رضامندی سے دلی (کی
اجازت) کے بغیر ہو جائے گا، وہ (عورت) تنہا ہی ہو یا بیوہ۔

⑤ امام سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے روایت ہے کہ
ان عمر بن الخطاب قال: أیما امرأة فقدت زوجها
فلم تدركه أمین هو؟ فأنها تنتظر أربع سنين ثم تعتد
اربعة اشهر وعشراً. (موطأ امام مالک: ۱۲۳۹)

بیچک عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ: ایسی عورت جس کا شوہر
گم ہو جائے، پھر پتہ نہ پڑے کہ وہ کہاں ہے؟ تو پھر چار برسوں تک
انتظار کیا جائے گا، پھر چار مہینے دس دن مدت کی جائے گی۔

احات حضرات کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس مسئلے میں وقت
کے امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کے قول کی تابعداری کریں گے یا ہدایہ
کے مفتی بہ قول پر عمل کریں گے جس میں لکھا ہے کہ:

واذا تم له مائة وعشرون سنة من يوم ولد
حكمتا بموته قال وهذه رواية الحسن عن ابي حنيفة
(بقیہ صفحہ: 9)

لوگ رسول اللہ کی مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ (اچانک) ان
کے پاس عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا: لوگو! اپنے
چہرے میری طرف کرو، میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھ کر دکھاتا
ہوں جو آپ پڑھتے تھے اور جس کا حکم دیتے تھے، پس آپ قبلہ کی طرف
منہ کر کے کھڑے ہو گئے اور اپنے کانہوں تک رفع الیدین کیا اور اللہ
اکبر کہا، پھر آپ نے اپنی نظر جھکا لی، پھر آپ نے رفع الیدین کیا حتیٰ کہ
آپ کے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر ہو گئے، پھر آپ نے تکبیر کی، پھر
رکوع کیا اور اسی طرح (رفع الیدین) کیا، جب آپ رکوع سے کھڑے
ہوئے..... آپ نے (نماز کے بعد) لوگوں سے کہا رسول اللہ ﷺ
ہمیں اسی طرح نماز پڑھاتے تھے۔

اس فاروقی اثر کی سند بالکل صحیح ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی مرفوع
حدیث کے بالکل مشابہ ہے، اب دیکھیں کہ فاروقی عمل پر عمل ہوتا ہے
یا نہیں اور خلفائے راشدین کی عظمت کی بات ہوتی ہے یا نہیں؟
⑥ مابن یزید رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے روایت ہے کہ:

أمر عمر بن الخطاب ابی بن کعب و تمیم الداری ان
يقوم للناس بأحدى عشرة ركعة. (موطأ امام مالک:
۲۵۶، السنن الكبرى للمبيهي: ۴۶۱، معرفة السنن والافكار للمبيهي:

۱۳۶۶، قیامہ اللیل للبروزی، ص: ۲۰۰، مصنف عبدالرزاق: ۴۴۰)

امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری
رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ (رمضان میں رات کے وقت) لوگوں کو چارہ رکعتیں
(نماز تراویح) پڑھائیں۔

بیان کئے گئے فاروقی اثر کی سند بالکل صحیح ہے، اور صحیح بخاری وغیرہ
کی دیگر احادیث مبارکہ کے بھی موافق ہے، اب دیکھتے ہیں کہ فاروقی حکم
پر عمل کرتے ہوئے رمضان المبارک کے مہینے میں عشاء کی نماز کے
بعد ۸ رکعتیں تراویح نماز اور ۳ رکعت نماز وتر پڑھ کر خلفائے راشدین
کی تابعداری کا بھرم رکھا جاتا ہے یا نہیں؟

⑤ امام سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے روایت ہے کہ،



خطاب: ڈاکٹر عبداللطیف مسعود
ترجمہ: مخیمس و قہدیب: ابو الحسن عبدالقیم کھٹی بدین

شانِ صحابہ رضی اللہ عنہم

مندرجہ ذیل مضمون فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبداللطیف مسعود رضی اللہ عنہ کی سندھی زبان میں تقریر تھی جو انہوں نے مورچہ ۱۶ اکتوبر ۲۰۱۳ء کو کبیر علی خان شہر میں کی، تقریر کی افادیت کو مد نظر رکھتے ہوئے، قارئین کرام کیلئے تحریری صورت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

صحابی کا معنی: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لفظ ”صحابی“ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

من لقی النبی ﷺ مؤمناً بہ ومات علی الاسلام۔
وہ شخص جس نے حالت ایمان میں آپ ﷺ سے ملاقات کی اور اسی حالت (اسلام) پر وفات پائی۔ (وہ صحابی ہے) (الاصابہ ۱/۱۵۸)

مذکورہ تعریف سے دو اہم باتیں معلوم ہوئیں:

① منافع (جو ظاہری طور پر قبول اسلام کا دعویٰ کرتا ہے، دلی طور پر قبول نہیں کرتا اور اسی حالت نفاق پر فوت ہو جائے) کبھی بھی درجہ صحابی نہیں پاسکتا۔

② مرتد (جو قبول اسلام کے بعد دین سے منہ پھیر لے اور حالت ارتداد میں وفات پائے) کبھی بھی درجہ صحابی نہیں پاسکتا۔

معلوم ہوا کہ تمام کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم منافع تھے اور نہ ہی ارتداد کا شکار ہوئے تھے۔

قرآن کریم اور ذخیرہ احادیث مبارکہ میں متعدد مقامات پر ایمان صحابہ کی بات کی گئی ہے جیسے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[وَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدْ اهْتَدَوْا] (البقرہ: ۱۷۷)

ترجمہ: تو اگر یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم

ایمان لے آئے ہو تو ہدایت یاب ہو جائیں۔

صحابہ کرام کی زندگی توحید باری تعالیٰ اور اطاعت رسول ﷺ سے مزین ہے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ ہیں، ایک مرتبہ حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں۔

حجر اسود کی فضیلت: آپ ﷺ حجر اسود کی فضیلت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

لیأتین هذا الحجر يوم القيامة له عینان یبصر بہما ولسان ینطق بہ یشہد علی من استلمہ بحق۔

(صحیح الجامع الصغیر: ۳۳۶)

ترجمہ: روز قیامت حجر اسود آئے گا اس کی دو آنکھیں ہوں گی جس سے وہ دیکھے گا ایک زبان ہوں گی جس سے بات کرے گا جس نے بھی اسے حق کے ساتھ بوسہ دیا ہو گا اس کیلئے گواہی دیگا۔

قارئین کرام! حجر اسود کتنا بابرکت پتھر ہے، دنیا کا کوئی بھی پتھر وہ ڈائمہ کیوں نہ ہو حجر اسود کے بیان کئے ہوئے مقام اور مرتبہ کو حاصل نہیں کر سکتا۔

اسی حجر اسود کو مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ

انی لاعلمہ انک حجر لاتنفع ولا تنضر ولولا رأیت

رسول اللہ ﷺ یقبلک ما قبلتک (بخاری: ۱۵۹۷)

ترجمہ: اے جبراسود! مجھے معلوم ہے کہ تو صرف پتھر ہی ہے تجھ سے نہ فائدے کی امید ہے اور نہ ہی نقصان کا خطرہ... اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو ہرگز میں بھی (بوسہ) نہ دیتا۔

معلوم ہوا کہ عقیدہ کا اظہار کھل کر کرنا چاہئے تاکہ کمزور لوگ بھی اپنی اصلاح عقیدہ کریں، دور حاضر میں آپ کو سیرت صحابہ بیان کرنے والے تو بہت ملیں گے لیکن ان کے عقائد کو اپنانے والے بہت ہی کم۔ جو قوم پتھر، قبر، درخت یہاں تک کہ گھوڑے کے نعل اپنے گھر، دکان اور سواری پر لگا کر نفع اور نقصان کا عقیدہ رکھے ایسی قوم کی ذلت اور رسوائی میں کوئی بھی شک نہیں۔ جبراسود اور گھوڑے کے نعل میں سے کس کو فضیلت حاصل ہے؟؟؟ یقیناً جبراسود افضل ہے، میدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما جو جبراسود سے نفع اور نقصان کا عقیدہ نہیں رکھتے اور ہماری قوم ہر ایک سے نفع اور نقصان کا عقیدہ رکھے ٹٹٹھی ہے۔

میدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی فضیلت

میدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک عظیم صحابی ہیں، صحابہ کرام ان کے بارے میں کہتے تھے کہ یہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ہاں اتنا آتے جاتے تھے کہ ہم نے سمجھا کہ شاید وہ اہل بیت میں سے ہیں۔

(مسلم: ۲۴۶۰)

اسی طرح عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بھی آتا ہے کہ وہ ایک بار آپ ﷺ کے ہمراہ کسی سفر پر جا رہے تھے، مسواک کی خاطر ایک درخت پر چڑھ گئے، جب صحابہ کرام کی نظر ان کی کمزور ٹانگوں پر پڑی تو ہنسے لگے، آپ ﷺ نے پوچھا: معہ تضحکون؟ کیوں ہنس رہے ہو؟

صحابہ نے جواب دیا کہ اللہ کے رسول ﷺ: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ٹانگیں کتنی کمزور ہیں یہ دیکھ کر ہم ہنس پڑے۔ آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا:

والذی نفسی بیدہ لہما اثقل فی المیزان من احد

(مسند احمد: ۳۹۹۱)

قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ دونوں ٹانگیں روز قیامت احد پہاڑ سے زیادہ بھاری ہوں گی۔ دیکھیں! میدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جسمانی لحاظ سے تو کمزور ہیں لیکن عقیدہ کے معاملے میں انتہائی مضبوط ہیں۔

ایک روایت (ابوداؤد: ۳۸۸۳، ابن حبان: ۶۰۴۰، ابن ماجہ: ۳۵۳۰) میں ہے کہ ایک دن میدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں داخل ہوئے تو اپنی رفیق حیات (بیوی) کے گلے میں دھاگہ دیکھا کھا کہ: اے زینب! یہ دھاگہ کس واسطے باندھا ہے؟ وضاحت: اگر آج ہم اپنے معاشرے پر نظر ڈالیں تو بے شمار ایسے لوگ دیکھنے کو ملیں گے جن کی گردنیں اور بازوؤں ہر طرح طرح کے دھاگے بندھے ہوئے ہیں اور کتنے ہی ایسے نام نہاد مولوی حضرات ہیں جو خود دھاگے پڑھتے، پڑھاتے اور باندھتے ہیں۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سوال سے یہی بات ظاہر ہے کہ اس دور میں دھاگوں کے باندھنے کا رواج نہ تھا، اگر ہوتا تو سوال نہ کرتے۔

آپ سے کوئی بھی یہ نہ پوچھے گا کہ چہل کیوں پہنتے ہو؟ کوئی بھی یہ نہیں پوچھے گا کہ کپڑے کیوں پہنتے ہو؟ سب کو معلوم ہے کہ چہل اور کپڑے پہنا عام اور رواج میں شامل ہے۔ اور اکثر اوقات رواج پائی ہوئی چیزوں سے متعلق سوال نہیں کیا جاتا۔ معلوم ہوا کہ اس دور میں دھاگے باندھنے کا رواج نہیں تھا۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب رضی اللہ عنہا جواب میں کہتی ہیں کہ: میری آنکھ میں درد تھا اس لئے ایک یہودیہ عورت نے دھاگہ پڑھ کر دیا اور میں نے جب باندھا تو تکلیف دور ہو گئی۔

وضاحت: اکثر لوگ اس عقیدے کے حاملین ہیں کہ جس چیز سے فائدہ ہو وہ حلال اور جائز بن جاتی ہے، یاد رکھیں! جس چیز سے بھی فائدہ ہو ضروری نہیں کہ وہ حلال اور جائز ہو، دین اسلام کی بنیاد جہربات کبھی بھی نہیں رہا، اگر جہربات کو دین سمجھ لیا جائے تو پھر ایک ہندو کے شرمیہ عقیدے کہ ”مجھے بتوں سے فائدہ ملتا ہے“ کو کبھی بھی طرح رد نہیں کیا

(صحیح الجامع الصغیر: ۱۳۹۳)

جس نے تعویذ لکھ کر اس نے یقیناً شرک کیا۔

حمیمہ کا معنی: لغت کی کتابوں میں لفظ حمیمہ کا معنی ”تعویذ“ لکھے

ہیں۔ (المجد ۱۱، القاموس الوحید: ۲۰۴)

ایک انتہائی اہم بات جو آپ سب کو ذہن میں رکھنی چاہئے وہ یہ ہے کہ مخلوق کی رضامندی اور خالق کی رضامندی میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ آج اگر آپ اور میں کسی سے راضی اور خوش ہیں ہو سکتا ہے کہ کچھ دن بعد ناراض ہو جائیں کیونکہ ہمیں علم نہیں کہ آنے والے دنوں میں حالات کیسے ہوں گے۔ لیکن رب العالمین کی رضا اور خوشنودی علم پر مبنی ہے، اللہ تعالیٰ جس سے راضی ہو جائے تو یہ بات یقینی ہے کہ وہ شخص مرتے دم تک دین اسلام پر رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے مجاہدین اور انصار کے ذکر کرنے کے بعد جس تیسرے طبقے کا ذکر کیا ہے، وہ ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع احسان سے کرتے ہیں۔

سیدنا عمر بن خطاب وہ عظیم خلیفہ ہیں جس کی گواہی غیر مسلم بھی دے چکے ہیں۔

۱۹۷۸ء میں مائیکل ایچ ہارٹ نے دنیا کی سو عظیم شخصیات پر کتاب لکھی، جس نے نبی ﷺ کو اول درجہ دیا ہے مصنف نے صحابہ میں سے صرف ایک کا انتخاب کیا اور وہ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔

(page:271-275)

۱۹۷۳ء میں کانگریس کی حکومت کا قیام ہوا، کانگریس کے لیڈر گاندھی جی نے اپنی حکومتی ڈھانچے کو مضبوط کرنے کیلئے اپنے نمائندوں کو بن آمونیسٹ کی کہ سادہ زندگی اپنانے کی کوشش کریں اور حیات صحابہ کو مثالی قرار دیا، گاندھی جی کا یہ غام اس طرح تھا:

یعنی: سادہ زندگی کیلئے میں آپ کے سامنے رام اور کرشن کی مثالیں پیش نہیں کر سکتا کیونکہ ان کا تاریخی رکارڈ موجود نہیں میں مجبور ہوں کہ آپ کے سامنے ابو بکر اور عمر کی سادہ زندگی کی مثالیں پیش کر دوں حالانکہ وہ لوگ وسیع سلطنت کے حکمران تھے لیکن انہوں نے فقیرانہ زندگی

جاسکتا بعض اوقات حرام اور ناجائز چیزوں سے بھی فائدہ ہوتا ہے، مثلاً: شراب کو اسلام نے حرام قرار دیا ہے لیکن اس میں کچھ فائدے رکھے جھٹے ہیں:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے [وَأَنِتُّهُمْ أَكْثَرُ مِنْ نَفْعِهِمْ] [البقرہ: ۲۱۹]

ترجمہ: اور ان دونوں کا گناہ (شراب و جوا) ان کے فائدے سے بڑا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے لحم خنزیر کو حرام قرار دیا ہے لیکن آج لوگ اسی حرام گوشت کو بیرونی کاروائی کے لئے متعدد بیماریوں کا علاج کر رہے ہیں۔ تو کیا ہم شراب اور خنزیر کے گوشت کو حلال اور جائز سمجھ لیں!!! سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کے جواب کو دلیل نہیں سمجھا اور یہ بھی نہیں کہا کہ ”پلو فائدہ ہوا ہے تو بندھانی رہنے دیا جائے“ بلکہ بیوی کی اصلاح عقیدہ کرتے ہوئے یہ عظیم جملہ کہا کہ: انتھال عبداللہ لا غنیاء عن الشرک۔

(شرح السنۃ ۱۲/۵۷)

اے عبداللہ کی بیوی! تجھے شرک کرنے کی ضرورت نہیں۔ معلوم ہوا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دھاکے باندھنے کو شرک سمجھتے تھے اور بیوی کو یہ بھی نہیں کہا کہ ”تم خود دھاکے کو اپنے ہی ہاتھ سے کھینچ کر توڑ ڈالو بلکہ خود دھاکے کو اپنے ہی ہاتھ سے کھینچ ڈالو اور پھر کہنے لگے کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ: ان الرقی والتعائم والتولة شرک۔

(مسند الجامع ۱۲/۳۶)

بے شک دم کرنا، تعویذ اور ٹوٹے شرک ہیں۔ نوٹ: وہ دم شرک نہیں جو قرآن و حدیث سے ثابت ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو دھاکوں کو توڑنے والے تھے اور تم لوگ باندھنے والے ہو۔

نبی ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ: من علق حمیمۃ فقد اشرک۔

(انجم: ۴۴)

گزارنے کو ترجیح دی“ (Daily Harijan, 27 July 1937)

ترجمہ: اور یہ کہ وہی مارتا اور زعمہ کرتا ہے۔
آج ہمیں حب صحابہ والے تو بہت ملیں گے لیکن صحابہ کرام سے
بیان کی گئی حدیث کو بالائے طاق رکھا جاتا ہے، امتی کے قول کو ترجیح اور
قول رسول ﷺ کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔

ضلع بدین میں ایک مولوی صاحب نے تقریر کرتے ہوئے کہا:
”اہل حدیث والے حدیث کو ماننے میں جبکہ ہم سنت کو ماننے
میں“

وضاحت: مولوی صاحب نے اپنے علم کو ظاہر کر دیا جس کو یہ بھی
پتہ نہیں کہ حدیث اور سنت میں کوئی بھی فرق نہیں اور نہ ہی محدثین کرام
نے کوئی ایسا فرق رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا فرمان مبارک حدیث ہے،
آپ ﷺ کا عمل حدیث ہے، اور کسی کام پر آپ ﷺ خاموش رہیں تو وہ
بھی حدیث ہے۔

اسی طرح سنت آپ ﷺ کے طریقہ کا نام ہے، آپ ﷺ کا
طریقہ، آپ ﷺ کا قول اور آپ ﷺ کا عمل اور آپ ﷺ کی کسی کام پر
خاموشی بھی سنت کہلاتی ہے۔

مولوی صاحب کہتے ہیں کہ: ”سنت وہ چیز ہے جو بار بار کی جاتے
اگر کوئی کام ایک مرتبہ کیا جائے تو وہ سنت نہیں“

وضاحت: یاد رکھیں! کوئی کام آپ ﷺ بار بار کریں وہ سنت ہے
اور جو کام اپنی پوری زندگی میں ایک بار کریں وہ بھی سنت ہے۔

آپ ﷺ نے اپنی زندگی مبارکہ میں مکہ سے مدینہ صرف ایک
ہی مرتبہ ہجرت کی، یہ ایک ہجرت بھی ”سنت رسول“ ہے۔

آپ ﷺ نے ایک عورت سے پوچھا کہ: اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟
(مسلم: ۱۱۹۹)

(میری تحقیق کے مطابق یہ ایک ہی حدیث ہے جس میں ”اللہ
تعالیٰ کہاں ہے؟“ کا سوال کیا گیا ہے یہ سوال کرنا بھی سنت رسول
ہے۔

قارئین کرام! ذرا غور کریں ایک غیر مسلم سیاستدان صحابہ کرام کی
تعریف کر رہا ہے اور آج کا مسلمان صحابہ کرام کے بارے میں محمدی
زبان استعمال کرتا ہے۔

ایک شخص قرآن کریم کی مستحب آیات کو جمع کر کے لوگوں میں فتنہ
برپا کر رہا تھا، اس شخص کو دربار فاروقی میں بلایا گیا اور سخت سزا دی گئی،
جب خون جسم سے جاری ہونے لگا تو اس شخص نے کہا:

حسبتک یا امیر المؤمنین فقد والله ذهب الذي
كنت اجد في رأسي. (الشريعة: ۱۱/۴۸۳-۴۸۴)

اے امیر المؤمنین! اب بس کریں میرے دماغ میں فتور تھا، اللہ
کی قسم! سب نکل گیا۔

کچھ عرصے پہلے منہ اسمبلی کے اسپیکر نے ”نیلوفر“ طوفان کے
بارے میں کہا کہ ”نیلوفر طوفان سے ہمیں عبداللہ شاہ فازی بچائیں گے“
(تفصیل کیلئے ملاحظہ کریں سندھی اخبار کاوش: ۲۹ اکتوبر ۲۰۱۴ء)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
[وَاِنْ نَّهَضَا نَفْرًا فَهُمْ فَلَا صَوْنَ لَهُمْ وَلَا هُمْ
يَنْقُذُونَ] (یس: ۴۳)

ترجمہ: اور اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں۔ پھر نہ تو ان کا کوئی
فریاد رس ہو اور نہ ان کو رہائی ملے۔

فرض کریں (نعمو باللہ من ذلک) اگر یہ (بزرگان) طوفان سے
بچاتے ہیں تو طوفان کو لانے والا کون ہے؟؟؟

یہ ہماری قوم کا عقیدہ ہے کہ جو چیزیں نقصان پہنچاتی ہیں ان کی
نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاتے گی اور جو چیزیں فائدہ دیں ان کی
نسبت بزرگان دین کی طرف... نوح علیہ السلام نے سچ کہا تھا کہ:

[مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلّٰهِ وَقَارًا] (نوح: ۱۳)

ترجمہ: تم کو کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی عظمت کا اعتقاد نہیں رکھتے۔
یاد رکھیں! زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: [وَاِنَّهُ هُوَ آتَاتٍ وَآخِیَاتٍ]

ڈالتے وقت بسم اللہ کہا اور بیٹھتے وقت اللہ اکبر کہا، پھر یہ دعا پڑھی اور مسکرائے۔

سَجَعْتُكَ اِنِّی ظَلَمْتُ نَفْسِی فَاغْفِرْ لِی اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوبَ اِلَّا اَنْتَ.

لوگوں نے مسکرائے کی وجہ پوچھی آپ ﷺ نے بتایا کہ میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، آپ ﷺ نے سواری پر بیٹھتے وقت اس طرح کیا جیسے میں نے ابھی کیا، میں نے یہ عمل اس لئے کیا تاکہ سنت رسول کی پیروی کر سکوں۔ (مسند احمد: ۷۵۳)

وضاحت: بعض لوگ ہم سے پوچھتے ہیں کہ فلاں حدیث تو اپنی جگہ ہے لیکن اس کی حکمت کیا ہے؟؟؟

ہم کہتے ہیں کسی حدیث پر آپ ﷺ عمل کریں اس سے بھی بڑی کوئی حکمت ہو سکتی ہے!!! آپ ﷺ کا عمل ہی دراصل حکمت ہے۔

آج ہماری قوم ”یا علی مدد“ کا نعرہ بڑے فخر سے لگاتی ہے، ہمیں کوئی ثبوت دے کہ سیدنا علی ﷺ نے اپنی پوری زندگی میں کسی دوسرے کو پکارا ہو؟ کسی دوسرے سے مدد طلب کی ہو؟

جنگ خندق میں سیدنا علی ﷺ نے کفار کے جنگجو سپاہی عمرو بن عبدود کو قتل کیا، جب کافر سیدنا علی ﷺ کے سامنے ہوا تو پوچھا میرے مد مقابل کون ہے؟ جواب ملا کہ میں علی ابن مالک! کافر نے کہا: بھتیجے! واپس لوٹ جا! کسی جہر بہ کار شخص کو بھیج، سیدنا علی ﷺ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں قتل کر دوں۔

سیدنا علی نے اللہ اکبر کہتے ہوئے اتنا شدید وار کیا کہ تلوار نے کافر کو دھوڑوں میں تقسیم کر دیا۔

صحابہ کرام کہتے ہیں کہ جب ہم نے اللہ اکبر کی صدا سنی تو سمجھ گئے کہ کافر قتل ہو چکا۔ (البدایہ والنہایہ ۳/۱۲۰)

سیدنا علی ﷺ کہتے تھے کہ

اصبحت عبداً مملو کا۔

مفتی جعفر حسین مذکورہ عبارت کا ترجمہ کرتے ہیں کہ

”میں اس کا بے اختیار بند ہوں“ (منہج البلاغہ ص: ۵۹۰)

بقول مولوی صاحب کے: ”ہمارا سنت رسول پر عمل ہے“ آئیے دیکھتے ہیں کہ ان کا سنت پر عمل ہے یا نہیں۔

ایک حدیث سن لیں جس میں صحابی رسول ایک عمل کو سنت کہتا ہے... کیا آپ لوگ اس سنت پر عمل پیرا ہیں؟؟؟

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ نماز جنازہ پڑھائی اور بلند آواز سے سورۃ الفاتحہ پڑھی، نماز کے بعد مقتدیوں کو کہا کہ میں نے بلند آواز سے سورۃ الفاتحہ اس لئے پڑھی تاکہ تم لوگ جان لو کہ یہ بھی سنت ہے۔ (بخاری: ۱۳۳۵)

دیکھیں! صحابی رسول سورۃ الفاتحہ پڑھنے کو سنت رسول کہہ رہا ہے اور آپ کی نماز جنازہ اس عظیم سنت رسول سے عروم ہے، خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کی نماز جنازہ اہل حدیث عالم پڑھاتا ہے جو سورۃ الفاتحہ پڑھتا ہے اور میت کے حق میں تین سے چار مسنون دعائیں بھی پڑھتا ہے۔

بعض حنفی اور دیوبندی علماء نے بھی اس بات کا اقرار کیا ہے کہ نماز جنازہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھنی چاہئے۔

مشہور دیوبندی عالم مولانا مفتی تقی عثمانی مذکورہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث نقل کر کے لکھتے ہیں کہ:

باقی حدیث میں بات بالکل صریح ہے، اس کی جتنی بھی تاویلات کی گئی ہیں سب کمزور ہیں، حدیث میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرما رہے ہیں کہ میں نے اس لئے پڑھی ہے تاکہ تمہیں پتہ چل جائے کہ یہ سنت ہے اور صحابی کسی عمل کو سنت کہے تو وہ حدیث مرفوع ہوتی ہے... (انعام الباری ۴/۳۵۳)

ایک اور حوالہ بھی نوٹ کر لیں!

قاضی خاتم اللہ پانی پتی، جن کی تفسیر مظہری مشہور ہے وہ اپنی ایک کتاب میں وصیت کرتے ہیں کہ:

جب وفات پا جاؤں تو میری جنازہ نماز میں سورۃ الفاتحہ پڑھی جائے۔ (ملاہد منہ: ۱۵۳)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ گھوڑے پر سوار ہوئے، رکاب میں پاؤں

کے سیدہ کو ذمائی تھی۔ (بخاری الانوار ۵/۳۵، مناقب آل ابی طالب ۲/۲۸۳، مقاتل الطالبیین ص: ۴۲)

آج کہاں گئے ہیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے محبت کے دعویدار! جو حب علی کا دعویٰ تو کرتے ہیں عقیدہ، سیرت و صورت قبول کرنے کو تیار نہیں، جس سے محبت کی جاتی ہے اس کی بات مانی جاتی ہے، یہ کیسی محبت ہے جو آپ کو ان کے عقیدہ، سیرت اور صورت کو قبول کرنے سے روکتی ہے۔ بعض لوگ صحیح بخاری: ۳۳۴۹ کی حدیث پیش کرتے ہیں جس میں لفظ ”صحابی“ سے مراد صحابہ کرام لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وفات النبی ﷺ کے بعد صحابہ کرام مرتد ہو گئے۔

صحیح بخاری کی اس حدیث کے جو مختلف طرق ہیں ان میں ایک جگہ ”رہط“ کا لفظ وارد ہے جس کی معنی ہیں ایک جماعت۔

(بخاری: ۶۵۸۵)

اور عربی لغت میں ”رہط“ کا معنی ہے ایسی جماعت جس میں تین سے دس تک لوگ آئیں۔ (اساس البلاغ: ۱۸۷)

محدثین کرام اس حدیث کی شرح میں کہتے ہیں کہ اس حدیث میں جن لوگوں کا تذکرہ ہوا ہے وہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں دین اسلام سے پھر گئے تھے۔ (الاستیعاب للصحب والال: ۲۵۸-۲۵۰)

سورۃ التوبہ میں ان تین صحابہ کا ذکر ہے جو جنگ تبوک میں حکم ملنے کے باوجود بھی شریک نہ ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: [وَعَلَى الْغُلَقَةِ الَّذِينَ مَلَئُوا عَفًى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَلُّوا أَنْ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ٥٨]

(التوبہ: ۵۸)

یہ تین صحابی (ہلال بن امیہ، مرارہ بن ربح، کعب بن مالک رضی اللہ عنہ) تھے اور ان کا ذکر اس آیت میں بطور تنبیہ ہے اگر کبار صحابہ ارتداد کا شکار ہو جائے تو اللہ پاک ان کا تذکرہ نہ کرتا!!!

دیکھیں! سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ہے کہ تمام اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور خود کے پاس کسی بھی قسم کا کوئی اختیار نہیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے ایک بار کہا کہ ان لاتدع تمھارا إلا طمستہ ولا قبراً مشرفاً الاسویعہ۔

(مسلم: ۹۶۹، بخاری الانوار: ۱۸/۷۹، الاصول من الکافی: ۶۵۲۸)

جو بھی تصویر دیکھو اسے مٹا دو اور جو بھی اونچی قبر دیکھو اسے برابر کر دو۔

معلوم ہوا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اونچی قبروں کو مٹانے والے تھے، اور ذرہ غور کریں اونچی قبروں کو برابر کرنے کا عقیدہ جماعت اہل حدیث کے علاوہ کسی دوسری جماعت کے پاس ہے؟؟؟

قبروں پر عمارت تعمیر کرنا حرام اور ناجائز ہے۔

آج دنیا میں پانچ مکتب فکر (حتی، منلی، شافعی، مالکی، اہل تشیع) موجود ہیں ان سب کا یہی فتویٰ ہے کہ قبروں پر عمارت تعمیر کرنا حرام اور ناجائز ہے۔

① حتی: کتاب الامار ص: ۱۲۶۔ الرد المحتار ۲۰۱۔

② منلی: المغنی ۳/۳۳۹۔ ہدایۃ المجتہد ۱/۳۳۹۔

③ شافعی: کتاب الام ۱/۲۷۷۔

④ مالکی: المدوۃ الکبریٰ ۱/۷۰۔

⑤ اہل تشیع: حمزہ بیب الاحکام ۱/۳۶۱۔ فروع الکافی ۳/۲۰۲۔

ذرہ سوچیں! جو لوگ اپنے مکتبہ فکر کو ماننے کیلئے تیار نہیں وہ قرآن و حدیث پر عمل کرنے کی جرات کیسے کر سکتے ہیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے عقیدہ، سیرت اور صورت میں ایک مثالی انسان تھے۔

امام شیخ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ

میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے لمبی داڑھی والا شخص نہیں دیکھا۔

(ابن سعد ۹/۲۵، سیر اعلام النبلاء ۱/۶۱۶، ۶۱۷)

بلکہ کچھ کتابوں میں اس طرح بھی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی داڑھی ان

عن رجل من اصحاب النبی ﷺ
تب بھی حدیث کی سند صحیح مانی جائے گی کیونکہ سب کے سب صحابہ
عادل ہیں، اور ان تمام کی عدالت میں کسی بھی قسم کے شک کی گنجائش
نہیں ہے۔ (علوم الحدیث: ۱۶۸-۱۸۲)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا حسن ظن: سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ جو لوگ
آپ کے خلاف جنگ صفین اور جنگ جمل میں لڑے وہ کون تھے؟
سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ

ہم اخواننا وہ ہمارے بھائی تھے۔
(السنن الکبریٰ للبیہقی ۸۳: ۱، اہل تشیع کی کتاب: قرب
الانساب ۹۳-۹۴)

بلکہ یہ بات بھی نوٹ کر لیں کہ جو لوگ جنگ صفین میں شریک
ہوئے ان سب کی نماز جنازہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ (تاریخ ابن
عساکر ۷۴)

عام طور پر ذاکرین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دو فرزند ارجمند (سیدنا حسن اور
سیدنا حسین رضی اللہ عنہما) کا ذکر کرتے ہیں حالانکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کی تعداد
تقریباً ۱۴ ہے۔ اور ان بیٹوں میں ابوبکر بن علی، عمر بن علی، عثمان بن علی
بھی شامل ہیں۔ اگر سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق اور سیدنا عثمان
غنی رضی اللہ عنہم، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دشمن تھے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں
کے نام دشمنوں کے ناموں پر کیوں رکھے؟؟؟
کیا کوئی عقلمند شخص اپنے بیٹوں کے نام دشمن کے نام پر رکھے

گا؟؟؟
یہ اکثر کہا جاتا ہے کہ کہ نام رکھنے میں کوئی حرج نہیں، بہت سے
لوگ یزید کے نام کو ناپسند کرتے ہیں حالانکہ یزید بن سفیان رضی اللہ عنہ ایک
صحابی بھی ہیں، یزید کے نام کو دشمن کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ جس سے محبت ہوتی ہے اس کا ہی نام رکھا جاتا ہے۔
سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ
میں سیدنا عمر فاروق کی غسل دی ہوئی لاش کے پاس تھا، اسنے
(بقیہ صفحہ: 16)

یاد رکھیں! منافق تو ہر دور میں مفاد پرست رہا ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے
جب مکہ میں آغاز تبلیغ کیا اس وقت آپ کے پاس کچھ بھی نہ تھا، نہ دین
دولت تھی اور نہ ہی سلطنت و مکرانی... اگر سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر
فاروق، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہم مفاد پرست ہوتے تو کبھی بھی آپ رضی اللہ عنہ
کے حالات زندگی دیکھ کر مسلمان نہ ہوتے، دراصل بات یہ ہے کہ صحابہ
کرام سب کے سب مخلص تھے ان کے دلوں میں کسی بھی قسم کی لالچ نہیں
تھی۔

بعض لوگ صحابہ کرام کی جماعت کو مرتد (ماسوائے ابوذر غفاری،
مقداد بن اسود، سلمان فارسی رضی اللہ عنہم) کہتے ہیں۔ (فروع الکافی ۸/۲۰۵،
رجال الکشی، ص: ۱۷)

کیا یہ صحابہ کرام کی جماعت پر الزام تراشی نہیں ہے؟؟؟
مشہور انگریز مؤرخ سر فلیس مٹی جماعت صحابہ کی تعریف کرتے
ہوئے کہتا ہے کہ

”پیغمبر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ایسے لگتا ہے کہ عرب کی ہر زمین
کسی جادوئی زور پر حیرت و زنی زسری میں تبدیل ہو چکی ہو“

(History of the arabs, page: 142)
تاریخ کرام اذرا اندازہ لگائیں کہ مسلمان کہتا ہے کہ وفات
النبی ﷺ کے بعد صحابہ کرام ارتداد کا شکار ہو گئے تھے اور ایک غیر مسلم
گواہی دے رہا ہے کہ وفات نبی ﷺ کے بعد عرب کی زمین ہر روز
میں تبدیل ہو گئی، کس کا نظریہ حق ہے؟

عدالت صحابہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہم پر احسان ہے کہ انہوں نے
خالص قرآن و حدیث، ہم تک پہنچایا، بقول آپ کے سب کے سب صحابہ
منافق اور مرتد تھے تو پھر قرآن و حدیث کیسے صحیح اور خالص ہو سکتے ہیں۔
محدثین کرام نے ”روایت حدیث“ سے متعلق کچھ اصول وضع کیے
ہیں جن کی بنا پر ”سند حدیث“ پر جرح و تعدیل کی جاتی ہے، ان اصولوں
میں سے ایک اصول یہ بھی ہے کہ سند حدیث کے ہر راوی پر جرح ہو سکتی
ہے لیکن جب صحابی کا نام آئے گا تو قلم رک جائے گا۔ یہاں تک کہ صحابی
کا نام مذکور نہ بھی ہو اور روایت کرنے والا کہے کہ



نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم

مبعوث ہونے والے تمام انبیاء میں ہر نبی ﷺ نے اپنی امت کو اس نبی رحمت ﷺ اور عالمگیر نبوت والے پیغمبر پر ایمان لانے کی وصیت کی تھی، جیسا کہ بائبل کے سفر استثناء باب ۳۳ کے پہلے اور دوسرے فقرہ میں دی گئی بشارت سے معلوم ہوتا ہے، جس میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام فرما گئے ہیں: خداوند سینا سے آیا، اور سامعیر سے ان پر طلوع ہوا، فاران کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا، دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا، اور اس کے دائیں ہاتھ میں ایک آتش شریعت ان کیلئے تھی۔ (بحوالہ ترجمہ العالمین ۱۱۶/۱)

قارئین! واقعی آتش اور امن و امان، حلم و تحمل، صبر و برداشت ہی آپ ﷺ کی شریعت کے امتیازات میں سے تھے جیسا کہ میدنازید بن سعید رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے، میدنازید بن سعید رضی اللہ عنہ ایک بڑے مشہور یہودی عالم تھے، انہوں نے تورات میں رسول مکرم نبی معظم رحمت عالم ﷺ کی صفات اعلیٰ کا ذکر پڑھ لیا تھا، وہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے صدق نبوت کی تمام نشانیاں دیکھ چکا تھا صدق کی دو صفات باقی تھیں جو میں نے نہیں دیکھی تھی اور وہ دونوں یہ ہیں: یسبغ حلیمہ جھلہ۔ آپ ﷺ کا حلم و تحمل آپ ﷺ کے غصہ و غضب پر غالب آئے گا۔

اور دوسری یہ ہے کہ: لا یزیدک شدۃ المجہل (لا حلما۔ یعنی جتنا کسی کا جہل شدید ہوگا اس کے مقابلہ میں آپ ﷺ کا حلم بھی اتنا ہی شدید ہوگا۔ (بحوالہ سنن الکبریٰ للبیہقی، حدیث: ۱۱۰۶۶، البدایہ و النہایہ ۳۱۰/۲)

یعنی وہ تھی کہ اس رحمت عالم اور جماعت مرحومہ کے بارے میں رب کائنات نے اپنے مقدس کلام میں یوں تذکرہ فرمایا:

سیرت رسول مقبول ﷺ، صدیاں بیت گئی لیکن کتنے مسلم اور غیر مسلم اسکالر کے مقالات اور مباحث کا اہم موضوع رہا ہے، اور یہ ایک حقیقت ہے جس کا اعتراف ہر عادل اور حقیقت پسند انسان کو ہے کہ کائنات میں سیدنا محمد ﷺ جیسا کامیاب، مدبر، سیاسی و مذہبی رہنما و اسکالر، اور اعلیٰ اخلاق کا نمونہ آج تک نہ آیا ہے اور نہ ہی آئے گا۔ لوگ اپنے اپنے انداز میں اس عظیم ہستی کو خراج عقیدت پیش کرتے رہیں گے، اور آپ ﷺ کی سیرت پر لکھنا اور پڑھنا اور اس پر عمل کرنا اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے رہیں گے، لیکن یہ سلسلہ ختم ہونے والا نہیں ہے، کئی شاعر نے کیا خوب لکھا ہے:

عمر میں بیت گئی ہاتھ قلم ٹوٹ مجھے
تیرے اوصاف کا ایک باب بھی پورا نہ ہوا
اس شعر کے پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے، میں ایک طالب علم کی حیثیت سے اس ذات گرامی قدر کی بابرکات زندگی کے ایک پہلو جس کا ذکر رب العالمین نے اپنے مقدس کلام میں ان الفاظ میں کیا ہے:

[وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ٥]

ترجمہ: اور (اے محمد ﷺ) ہم نے تم کو تمام جہان کے لئے رحمت (بنا کر) بھیجا ہے۔ (الانبیاء: ۱۰۷)

کو آپ قارئین کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔
رحمت عالم ﷺ کی آمد سے قبل ہی رب ذو الجلال والاكرام نے آپ ﷺ کے رحمت ہونے کی بشارتیں دنیا کو دے دی تھیں، یہی وجہ ہے کہ پورا عالم آپ ﷺ کی آمد کا منتظر تھا، کیونکہ آپ ﷺ سے قبل

تھا، مومنین پر یہ اللہ احسن الخالقین کا بڑا احسان تھا کہ ان کا نبی تہم خویا سخت طبیعت نہیں تھا، اللہ ارحم الراحمین نے ان (نبی) کے اوصاف حسنی کے ذکر سے اپنے مقدس کلام کا سنا گاران الفاظ میں بنایا اور فرمایا:

[لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ] ﴿۱۲۸﴾

ترجمہ: (لوگو) تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں۔ تمہاری تکلیف ان کو گراں معلوم ہوتی ہے اور تمہاری بھلائی کے خواہش مند ہیں اور مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے (اور) مہربان ہیں۔ (التوبہ: ۱۲۸)

عزیز ان گرامی! آپ ﷺ کی رحمت کے شواہد کو جمع کرنا کسی انسان کے بس میں نہیں کیونکہ آپ ﷺ سر پر رحمت تھے جس کی رحمت کا رب رحمان نے اپنے مقدس کتاب میں ان الفاظ میں بیان فرمایا:

[وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ] ﴿۱۰۷﴾

ترجمہ: اور (اے محمد ﷺ) ہم نے تم کو تمام جہان کے لئے رحمت (بنا کر) بھیجا ہے۔ (الانعام: ۱۰۷)

تجلی تو آپ کے ہر قول، فعل، حرکات و سکنات سے رحمت ٹپکتی ہے، ہم یہاں اختصار سے چند جھلکیاں آپ ﷺ کی رحمت کی بارے میں قارئین کی نظر کرتے ہیں:

(۱) عموم رحمت:

رسول مکرم نبی معظم محمد ﷺ نے اللہ خیر الراقیین کی تمام مخلوقات، بد خواہ چھوٹی ہو یا بڑی، مرد ہو یا عورت، کافر ہو یا مسلمان، انسان ہو یا حیوان، الغرض جمادات، نباتات، حیوانات، سب کے ساتھ شفقت کرنے کی ترغیب دی ہے، چنانچہ جریر بن عبد اللہ السہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام کائنات ﷺ نے فرمایا:

من لا یوحی حم العانس لا یوحیہ اللہ۔ (صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قولہ تبارک وتعالیٰ قل ادعوا اللہ وادعوا الرحمن، الرقم: ۶۹۶۳)

ترجمہ: جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرتا۔

اور اسی طرح ایک اور صحابی رسول ﷺ نے فرمایا جس کا نام

[مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ وَهَمَّاءٌ بِئِمَّتِهِمْ] (النہج: ۲۹)

محمد ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لاتے ہیں وہ کافروں کے حق میں سخت ہیں اور آپس میں رحم دل۔

قارئین! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کائنات ﷺ کو سب جہان والوں کیلئے رحمت مجسم بنا کر بھیجا تھا کیونکہ آپ ﷺ اپنے دادا ابراہیم علیہ السلام کی دعا تھے اور اپنے بھائی سیدنا یحییٰ علیہ السلام کی بشارت تھے۔

نبی اللہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام جب اپنے نیک بخت بیٹے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ غادہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے تو دونوں باپ بیٹے نے مل کر اللہ رب العزت سے ایک انمول دعا فرمائی جس دعا کو رب کائنات نے قیامت تک کیلئے اپنے قرآن مجید کے سیز میں محفوظ کر لیا:

[رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ] ﴿۱۲۹﴾

ترجمہ: اے پروردگار، ان (لوگوں) میں انیس میں سے ایک پیغمبر مبعوث بھیجو جو ان کو تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کرے اور کتاب اور دانائی سکھایا کرے اور ان (کے دلوں) کو پاک صاف کیا کرے۔ (البقرہ: ۱۲۹)

اللہ کے ظلیل جناب ابراہیم علیہ السلام نے جانے کتنے ہی امتحانات عبور کرنے کے بعد اللہ رب العالمین سے انعام کا مطالبہ کیا تھا، چنانچہ وہ وقت بھی اسی کعبہ والی سرزمین نے دیکھا کہ جب دہلہ ابراہیم علیہ السلام اور بشارت میسر علیہ السلام کے قول ہونے کی وحی آگئی اور فرمایا:

[لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ] (آل عمران: ۱۶۴)

ترجمہ: تحقیق اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انیس میں سے ایک پیغمبر بھیج دیا۔ جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے۔ اور وہ وقت بھی آگیا جب اس نبی آخر الزماں ﷺ نے اپنی نبوت کا اعلان کیا، جن کو اللہ احکم الحاکمین نے تمام جہانوں کیلئے سر پر رحمت اور اہل ایمان کیلئے ہدایت اور ان کی خیر کا انتہائی حریص بنا کر بھیجا

ایومنی اشعری ہے، فرمایا: کہ نبی کائنات فرماتے تھے کہ

لن تؤمنوا حتی تراحموا۔

تم اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک آپس میں ایک دوسرے پر رحم نہ کرنے لگ جاؤ۔

تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ اے اللہ کے حبیب ہم میں سے ہر ایک رحیم ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

لأنه ليس برحمة أحدكم صاحبه ولكن برحمة العامة۔ (متدرک الحاکم، کتاب البر والصلة، حدیث: ۷۳۷۹)

ترجمہ: یعنی اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم اپنے آپ میں ایک دوسرے کے ساتھ شفقت کرو بلکہ اس سے مراد عام شفقت و رحمت ہے (جو ہر ایک کو شامل حال ہو۔ خواہ آپ اس کے حقائق کو جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں۔)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الراحمون يرحمهم الرحمن، ارحموا من في الارض يرحمكم من في السماء۔ (جامع الترمذی، ۱۸۹۶)

ترجمہ: رحم کرنے والوں پر اللہ بھلاہ و تعالیٰ بھی رحم کرتا ہے، تم اہل زمین پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کریگا۔

تاریکین محترم! اس بات پر اگر تھوڑا سا غور کیا جائے کہ حدیث نبوی 'ارحموا من في الارض' یعنی اہل زمین پر رحم کرو، اس سے کیا مراد ہے؟ تو اس سے دین منیت کی عظمت اور لوگوں کیلئے رحمت کائنات کا پیغام رحمت عام ہو جائیگا اور یہ واضح ہو جائیگا کہ اس روئے زمین پر انسانی والی انسانیت کی ہدایت و رہنمائی کیلئے بھیجے گئے تاجدار مدینہ ابن عبداللہ محمد رسول اللہ ﷺ کا پیغام رحمت کائنات کے کوئے کوئے قریہ قریہ کو شامل ہے اگرچہ وہاں بسنے والا کافریوں نہ ہو، یا پھر حیوانات اور جمادات، حجر و شجرہ کیوں نہ ہوں، ہاں کسی بھی ذہن میں یہاں یہ سوال ابھر سکتا ہے کہ کافروں کیلئے بھی اگر یہ دین رحمت ہے تو جہاد کیوں شروع ہوا تو اس کا آسان اور مختصر جواب یہ ہے کہ جہاد شروع کرنے کی وجہ یہ

تھی کہ ان لوگوں کو سزا دی جائے اور راستے سے ہٹا دیا جائے جو لوگوں کے اور اللہ کی رحمت کے درمیان مائل ہوتے ہیں کیونکہ اللہ کا ارشاد ہے:

[كُنْكُمْ تَحِيَّوْا أَقْبُوْا أَخْرَجْتُ لِّلنَّاسِ لِقَآءُ مَرْوُونَ بِآلِ الْغُرُوفِ وَتَقْتَهُوْنَ عَنِ الْغُرُوفِ] (آل عمران: ۱۱۰)

ترجمہ: مومنو! جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو۔

اسلام بغض، حسد، سخت دلی، کینہ پروری، اور ان تمام عناصر سے بالکل بری ہے جن کی وجہ سے آج انسانیت ہلاکت کے دروازے پر کھڑی ہے اور یقیناً وہ پتھر دل انسان جو رحمت اور شفقت سے محروم ہیں، سچے مومن نہیں ہو سکتے کیونکہ رحمت مجسم نبی معظم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

لا تلزع الرحمة إلا من شقى۔ (ابوداؤد: ۴۰۷۶)

بد بخت کے علاوہ کسی کے دل سے رحمت کو ختم نہیں کیا جاتا۔ رحم دل اور شفیق انسان کو نبی رحمت ﷺ نے اپنی مقدس زبان سے جنت کی خوشخبری بھی دی ہے اور فرمایا:

واهل الجنة ثلاثة، خوسلطان مقسط، متصدق الحديث۔ (صحیح بخاری: ۷۲۰۱)

یعنی لوگ تین قسم کے ہیں: انصاف کے ساتھ حکومت کرنے والے۔ صدقہ کرنے والے جب صدقہ کی توفیق مل جائے، اور وہ آدمی جو کہ اپنے تمام رشتہ داروں اور مسلمانوں کیلئے نرم دل ہو، ایسا آدمی جو پاکدامن ہو اور عیالدار ہو کہ کبھی کسی کے سامنے اپنا ہاتھ نہ پھیلاتا ہو۔

تاریکین کرام! اس حدیث سے اہل جنت کی جو تین صفات بیان کی گئی ہیں ان میں پہلی صفت جو ہے وہ عادل حکمران کی جو کہ انصاف کے ساتھ حکومت چلاتا ہے، اس میں عدل و انصاف عام ہے اور اس کی مکمل رعایا کو شامل ہے جس میں مسلمان مومن اور غیر مسلم سب کے سب شامل ہیں۔ اور ہاں یاد رکھنا چاہئے کہ اعلیٰ اقدار پر یہ دین قائم و دائم ہے ان میں شفقت اور احسان، رحمت و محبت، اور حسن خلق، اور بھلائی کی دعوت (بقیہ صفحہ: 13)



عبدالرحمن دارالکتاب کراچی

اس سلسلے میں، میں نے قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی کا رخ کیا اور میں نے آج تک کئی ہزار روپے کی کتب خرید لی ہیں اس طرح جو کتب میری پہنچ سے دور ہوتیں ان کی خریداری کھیلنے کسی جاننے والے کو تحریریں دلاتا، میں نے پروفیسر محمد یامین محمدی (ڈپٹی ڈائریکٹر اردو سائنس کاننگٹن اقبال یونیورسٹی روڈ کراچی - حالیہ - اردو یونیورسٹی) سے بعض دینی کتب خریدیں اور بعض چھوٹی موٹی کتب وہ مجھے تحفے میں بھی دے دیتے، اگر کوئی ادارہ کبھی مفت کتب تقسیم کرتا تو اس سے بھی رابطہ کر کے کتاب حاصل کرنے کی سعی کرتا۔

جبکہ اس سے قبل school life جو میں نے درجہ نہم میں چھوڑی تھی اس دور کی درجہ ذیل دو کتب میرے پاس رہ گئیں تھیں:

(1) current english composition

grammar & translation

(2) English teacher

تالیف: گروپ آف انجمنش ٹیچر طبع کویت
ثانی الذکر کتاب مجھے میرے ہم جماعت عبدالشکور ناول صاحب نے ہدیہ دی ہم اس وقت ہشتم جماعت کے طالب علم تھے۔
سولہ بازار کراچی میں ابتدائی جماعتوں میں ہی مجھے مزید اچھی تعلیم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا جس کے نتیجے میں، میں نے جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ پنجاب (پاکستان) کی طرف رخ کیا۔

یہاں بھی دوران تعلیم میں نے درسی اور غیر درسی کتب کی خریداری کا سلسلہ جاری رکھا، چنانچہ میں نے اردو بازار گوجرانوالہ سے مدینہ کتب گھر سے درج ذیل کتب خریدیں: (۱) الفاروق (۲) سیرت عائشہ

قیام وہیں منظر:

فالبہ ۱۹۸۲ء کی بات ہے میں ایک دینی ادارے جامعہ دارالحدیث رحمانیہ سولہ بازار کراچی میں پہلی جماعت میں داخل ہوا، پہلے درجے کی کتب ہمیں بلا معاوضہ پڑھنے کھیلنے دی گئیں۔ (دینی اداروں کا یہ اعزاز ہے کہ یہ ادارے نہ صرف یہ کہ طلبہ کو پڑھنے کھیلنے بلا معاوضہ کتابیں دیتے ہیں بلکہ مفت رہائش، مفت کھانا، مفت بستر نہ کوئی داخلہ فیس نہ کوئی امتحانی فیس نہ کوئی ٹیوشن فیس بلکہ کپڑے دھونے اور نہانے کا سامان فری، مہمانانہ عقیدہ کے ساتھ ساتھ مال میں عمید کے تہواروں پر کپڑوں کا سلا ہوا ایک جوڑا بھی فری ملتا ہے اور جب طالب علم فارغ التحصیل ہو جائے تو اس کے سر پر دستار فضیلت باندھی جاتی ہے یا اس کی دستار بندی کی جاتی ہے بعض اوقات نقدی بھی دی جاتی ہے اور حدیث کی چھ مشہور کتابوں (صحاح ستہ) کا سیٹ اور سند الفرائغ دے کر باوقار طریقے سے رخصت کیا جاتا ہے۔)

اور پہلا سال مکمل ہونے اور امتحان پاس کرنے کے بعد ہم سے پہلی جماعت کی کتابیں واپس لے لی گئیں اور دوسری جماعت کی کتب ہمیں دے دی گئیں (ان دنوں وفاق المدارس جیسے نصاب کا کوئی حساب کتاب نہیں تھا تقریباً ہر دینی مدار سے کا نصاب اپنا اپنا ہوتا تھا ہاں البتہ بعض کتب مشترک ہو جاتی تھیں مگر پھر بھی جماعتوں کا فرق آجاتا تھا، وفاق کی طرح شخص کے شعبے بھی بعد میں منظر عام پر آئے)
اس کیفیت نے میری طبیعت میں درسی کتب خریدنے کا رجحان پیدا کر دیا لہذا میں نے باقاعدگی سے درسی کتب بھی خریدنا شروع کر دیں۔

تیرے کتب میں ہاتھ دیکھنا چاہتا ہوں“ یوں لائبریریوں کے اس شوق نے میری کئی اہل علم شخصیات سے ملاقاتیں بھی کرا دیں۔

۲۰۱۲ء اپریل کو میں عمرے کی غرض سے سعودی عرب گیا تو حسن اتفاق سے جن دنوں میں نے مدینہ منورہ ٹھہرنا تھا انہیں دنوں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں عالمی کتب میلہ لگا ہوا تھا جیسے ہی مجھے پتہ چلا تو جامعہ اسلامیہ کے بعض پاکستانی طلبہ کی راہنمائی میں (جو مسجد نبوی ﷺ کی لائبریری میں مطالعہ کی غرض سے آتے تھے) کتب میلے میں حاضر ہوا اور تقریباً ۳ دن مسلسل جاتا رہا اور اس دوران میں نے ہزاروں روپے اور سینکڑوں ریال کی کتابیں خرید لیں، یہ تو اللہ تعالیٰ کی میرے اوپر بہت زیادہ ہی مہربانی تھی وگرنہ ایک تماشہ ہو جاتا اور وہ زیادہ بوجھ کے باعث مجھے بدہ مطار پر کچھ کتابیں چھوڑنا پڑتیں۔

میرے رب نے میری لاج رکھ لی بدہ اتر پورٹ پر ہم نے سامان کے حصوں کی ایسے تقسیم کی کہ ڈیوٹی لگنے سے سامان بچ گیا، اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد فرمادی۔

اسی طرح کراچی میں جہاں کہیں کتب میلے لگتے میں ان میں بھرپور شرکت کرتا اور ایک ایک بک اغال پر جا کر کتابیں دیکھنے کی کوشش کرتا اور گوہر نایاب حاصل کرتا، کتب کی خریداری میں برا اوقات میں ہزاروں کامقروض ہو جاتا گویا

دو عالم سے کرتی ہے پیاد دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی
عبدالرحمن دارالکتب کی وجہ تسمیہ:

یہ کتب خانہ میرے مرحوم ماجرا دے عبدالرحمن کے نام سے موسوم ہے جو تقریباً ۱۵ سال کی عمر میں مجھے داغ مفارقت دے گیا، اپنے محبوب بیٹے کی یاد میں یہ کتب خانہ میں نے آباد کر لیا، اب مجھے عبدالرحمن کے ساتھ ساتھ اس کے نام سے منسوب کتب خانے سے بھی بہت پیار ہے۔

کتب کی تعداد: یہ کتب خانہ ۳ ہزار کے لگ بھگ کتب سے آراستہ ہے۔

(۳) سیرت النبی ﷺ، مولف علامہ شبلی نعمانی (۴) حجیت حدیث مولف مولانا محمد اسماعیل سلفی اور بعض دیگر کتب۔

کتابیں تو جمع ہو رہی تھیں مگر ابھی تک لائبریری بنانے کا شوق اور اس کی اہمیت کا احساس میرے دل میں پیدا نہیں ہوا تھا، باوجود اس بات کے کہ (۱) جامعہ دارالحدیث رحمانیہ سولجر بازار کراچی (۲) جامعہ محمدیہ گجرانوالہ کی لائبریریاں میں دیکھ چکا تھا۔

اصل میں لائبریری کی بنیاد کا جو زور دار یا دھماکہ خیز واقعہ درنما ہوا وہ تھا الشیخ محمد سلطان المصومی الجندی الہکی کی عربی تالیف: هل المسلم ملزم بالتباعد من المذاهب الاربعہ؟ (کیا کسی مسلمان کا مذہب اربعہ میں سے کسی مذہب کا پابند ہونا ضروری ہے؟) کا اردو ترجمہ ہے۔

اس کتب کے ترجمے کے دوران میری نظر کے سامنے بڑی بڑی کتابوں کے نام آتے جن کی زیارت کے شوق نے میرے دل میں ایک ٹپل کی سی کیفیت پیدا کر دی کہ ان کتابوں کی زیارت کا کوئی نہ کوئی سراغ مل جائے، بس اسی توپ اور جھوٹے لائبریریاں تلاش کرنے میں اساسی اور بنیادی کردار ادا کیا اور اس نے میرے شوق کو گویا سرفاب کے پر لگا دیئے (اور بالآخر ایک ایسا وقت بھی آئی جیسا جب میں جامعہ الرشید گیشن معمار کراچی میں لائبریری وزٹ کرنے گیا تو مجھے دایسی ہدایک پنجرے کے پاس لے جایا گیا جس میں کچھ ہندے بھی تھے ان میں سے ایک ہندے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مجھے میرے گائیڈ نے بتایا کہ سرفاب کا نام تو آپ نے بار بار سنا ہو گا میں نے کہا جی ہاں تو انہوں نے پھر بتایا کہ بس یہی سرفاب ہے، ماشاء اللہ کیا ہندہ ہے کہ انسان اسے دیکھتا ہی رہے)

پھر صرف یہ کہ میں خود لائبریریوں کی تلاش میں خود پرواز ہوا بلکہ اس شوق نے میری لائبریری بھی بنوادی اس لائبریری کے قیام میں میرے جس محن اور معاون نے جس انداز سے بھی میری معاونت فرمائی اللہ تعالیٰ ان تمام پر اپنی رحمت کی برکھا برساے، اور خصوصاً میرے والد محترم پر جو اکثر و بیشتر مجھے یہی نصیحت فرماتے کہ ”بیٹا میں

النبی ﷺ کے موضوع پر چھوٹی بڑی عام خاص تقریباً ۲ سو کے لگ بھگ کتب ہوں گی اس طرح سیرت کے عنوان پر خصوصی شمارے بھی ہیں (مختلف رسائل کے)

بعض اہم علمی شخصیات کی کتب

ڈاکٹر محمد حمید اللہ: مرحوم کی اکثر کتب میرے کتب خانے میں ہوں گی ان کی کتاب ”مہد نبوی ﷺ کے وثیقہ جات“ نے مجھے بہت متاثر کیا۔ مولانا محمد اسحق بھٹی رحمہ اللہ: مولانا کی دلچسپی کا موضوع شخصیات ہے، ان کے انداز تحریر میں روانی اور سلاست نے متاثر کیا ہے، فقہ کے موضوع پر دفع کا کیا ہے، ان کی مجموعی طور پر آدمے سے زائد کتب میرے پاس ہوں گی، فقہاتے ہند، ان کی تالیفات دس جلدوں پر مشتمل ہے، برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش نے مجھے متاثر کیا ہے۔ سید بدیع الدین راہی: تفسیر بدیع کو چھوڑ کر علامہ کی اکثر کتب میرے پاس ہوں گی۔

علامہ احسان الہی ظہیر: علامہ احسان الہی ظہیر کی اکثر کتب اس کتب خانے کی زینت ہیں ان کے بیجاک اظہار خیال نے متاثر کیا۔ حکیم محمد سعید: حکیم محمد سعید نے کثیر تعداد میں سفر نامے لکھے ہیں ان کے اکثر سفر نامے میرے کتب خانے میں ہیں۔ دیگر خاص خاص علماء و ائمہ دین جن کی کتب اس کتب خانے میں ہیں:

(۱) امام ابن تیمیہ (۲) امام ابن قیم (۳) امام ابن کثیر (۴) امام ابن حوم (۵) شاہ ولی اللہ (۶) شاہ عبدالعزیز (۷) علامہ ناصر الدین الالبانی (۸) شاہ اسماعیل شہید (۹) علامہ نواب صدیق حسن خان (۱۰) مولانا خاتمہ اللہ امرتسری (۱۱) محمد احمد باشمیل (۱۲) ابوالحسن علی ندوی

حوالہ جاتی کتب:

(۱) لغات (۲) انسائیکلو پیڈیا (۳) معجم المفہر س

نوادرات:

(۱) دائم الحروف کے نام آنے والے خطوط

(بقیہ صفحہ: 48)

کتب کے ٹائٹل: ۲ ہزار کے لگ بھگ

کتب کا موضوع: قرآنیات، تفسیر، حدیث، شرح الحدیث، اصول حدیث، تخریج حدیث، اصول تفسیر، سیرت النبی ﷺ، سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم، شخصیات، آپ بیتی، اشارے، انٹرویوز، لغات، فتاویٰ جات، انسائیکلو پیڈیا، خواتین، بچے، سفر نامے، پاکستانیات، طب، معلومات عامہ، شہروں ملکوں کی تاریخ، مکتوبات، خصوصی شمارے، مذاہب، فرق، عقائد، قوموں کی تاریخ، نماز، ادعیہ، مجموعہ مضامین، مقالات، معاشیات، شعر و شاعری، فقہ، اصول فقہ، عربی ادب، عربی گرامر، نفیات، سائنس، تاریخ اسلام، خطبات، رسائل، تصوف، اسلامیات، تعمیرات، اقبالیات، مساجد، اسماء الرجال، بول پال، قائد اعظم

کتب کی زبان: عربی، اردو، انگریزی، فارسی، پشتو، سندھی مختلف رسائل کے خصوصی شمارے: ایک سو سے زائد ٹائٹل

phd کے مطبوع مقالات ۲۵ سے زائد

فٹو اسٹیٹ کتب: تقریباً ۲۰ سے زائد

رسائل: ماہنامہ محدث لاہور، ماہنامہ المنبر فیصل آباد، ماہنامہ تفہیم الاسلام احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور، ماہنامہ صدائے ہوش لاہور، ماہنامہ دعوت اہل حدیث حیدر آباد سندھ، ماہنامہ صوت الاسلام کراچی، مجلہ علم و آگہی فیصل آباد، ماہنامہ اسوہ حسنہ کراچی، ماہنامہ مجلہ ابی بکر الاسلامیہ کراچی، سہ ماہی البیان کراچی، ہفت روزہ اہل حدیث لاہور، ہفت روزہ الاعتصام لاہور۔

خریداری کی نوعیت: اکثر اعزازی

اخباری تراشے: بعض اخبارات کے ذاتی ضرورت کے مطابق اخباری تراشے بھی ہیں۔

خصوصی حوالہ: سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر بعض اہم کتب بھی ہیں، بدو فیر عبدالجبار شاکر سیرت کے موضوع پر دسترس بھی رکھتے تھے اور یہ ان کی دلچسپی کا موضوع بھی تھا، ان کے ذوق کو دیکھ کر مجھے بھی سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر کتب جمع کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ (اس شوق سے قبل میرے پاس ایک دو کتب ہوں گی اور اب سیرت



آئینہ کتب

ہی کم اختیار کیا جاتا ہے، جواب دینے والے اگر کسی کتاب کا جواب دیتے ہیں تو سامنے والے کی عبارت ذکر نہیں کرتے جس سے بہت ماری باتیں جن کا جواب دینا چاہئے تھا، رہ جاتی ہیں۔ محدث دیار سندھ رحمہ اللہ نے پہلے اجمالی جواب دیا ہے بعد میں تفصیلی اور کی مقامات پر معترض کو عمدہ، شستہ، برعل اشعار سے مخاطب ہو کر، شرمندہ کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے یہ اردو ترجمہ آنے کے بعد جب ایک مستند عالم دین نے کتاب کا مطالعہ کیا تو فرمایا کہ ”اس کتاب کو دینی مدارس میں داخل نصاب کر دیا جائے تو کتنا ہی اچھا ہو“ کتاب مندرجہ ذیل موبائل نمبر پر رابطہ کر کے مفت حاصل کی جاسکتی ہے۔ موبائل نمبر: 0301-2994160

نام کتاب	سفر نامہ پنجاب
مؤلف	محمد یوسف نعیم رحمہ اللہ
ناشر	عبدالرحمن دارالکتب کراچی
ملنے کے	(۱) مکتبہ ایوبیہ پرنس روڈ کراچی فون: 2632692
پتے	(۲) فضلی بک پرنٹرز اردو بازار کراچی: 2212991
رابطہ: موبائل	0333-2220834

سفر کرنا شرعاً جائز امر ہے، پیارے پیغمبر ﷺ نے اپنے مختلف امور کی انجام دہی کھلتے بھی ایک سفر فرماتے جن کا تذکرہ کتب احادیث میں جابجا موجود ہے، اور اپنے مکمل سفر کی روداد بیان کرنا بھی شریعت سے ثابت ہے جیسا کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے اپنا واقعہ معراج بڑی تفصیل سے بیان فرمایا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے ایک سفر، اپنے خواب مبارک کے بارے میں بیان فرمایا جس میں آپ ﷺ کو مختلف

نام کتاب	منکرین رفع الیدین کا طلی مؤاخذہ بنام ضرب الیدین طلی منکرین رفع الیدین
مؤلف	محدث دیار سندھ علامہ سید ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ
مترجم	انجیل عبدالواحد سیال آبادی رحمہ اللہ
تقدیم	فضیلۃ انجیل عبدالغفار ضامرائی رحمہ اللہ

زیر نظر کتاب محدث دیار سندھ علامہ سید ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کی تالیف ہے جو کہ مولوی میر محمد دیوبندی ہالائی کے رفع الیدین پر اعتراضات کا جواب ہے، وجہ تالیف میں مؤلف رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں کہ: ”مسیحی محب سنت کے حسب فرمائش رفع الیدین سے متعلق بخاری شریف سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور مالک بن حویرث رضی اللہ عنہما کی احادیث لکھ کر دی گئیں، مولوی میر محمد ہالائی نے ان کے رد میں ایک مضمون لکھ کر بھیجا ہے جس میں نہ تو کوئی صحیح جواب ہے اور نہ ہی کوئی مضبوط دلیل! اس لئے حقیقت حال واضح کرنے کھلتے یہ چند اوراق لکھے جارہے ہیں“

قارئین! محولہ بالا کتاب دراصل سندھی زبان میں قہمی لہذا اردو دان طبقہ اس سے استفادہ سے محروم تھا، اللہ تبارک و تعالیٰ جو اسے خیر دے ہمارے محترم دوست شیخ عبدالواحد سیال آبادی سینئر مدرس و ناظم تعلیم جامعہ دارالحدیث رحمانیہ سولجر بازار کراچی، کو جنہوں نے اس کتاب کا بڑے ہی متعلق، سلیس و عام فہم انداز میں اردو ترجمہ کیا، نہ صرف ترجمہ کیا بلکہ اپنے محبی عزیز دوست کے ذریعہ کتاب کی اشاعت کا اہتمام بھی فرمادیا۔ جزاۃ اللہ خیر! فی الدارین ماس کتاب میں محدث دیار سندھ رحمہ اللہ نے جواب دینے کا بڑا عمدہ انداز اختیار فرمایا ہے قولہ (اس کا کہنا ہے کہ) اقول (میں کہتا ہوں) کہہ کر معترض کی ایک ایک بات کا تذکرہ کر کے جواب دیا ہے، جواب دینے کا یہ انداز بہت

بقیہ	عبدالرحمن دارالکتب کراچی
------	--------------------------

(۲) راقم کی بڑھی گئی کتب کا حاصل مطالعہ
(۳) راقم الحروف کے ہاتھ سے لکھے گئے اور یکجہل منہا میں
تحریریں۔

مخطوطات: یہ تو یاد نہیں کہ عبدالرحمن دارالکتب میں کوئی مخطوطہ بھی ہوگا۔
(۱) ہاں البتہ فن غریب الحدیث کا آغاز و ارتقاء اور قاسم بن ثابت
اندلسی کی ”کتاب الدلائل“ کا مفصل تعارف کے عنوان سے ڈاکٹر شاکر
فحام کا مقالہ ہے۔

(۲) طبقات الحمدین بامبہان والواردین طبعاً، تالیف: الامام
ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حیان المعروف بابن الشیبہ
(۳) اقصیٰ الرسول ﷺ تصنیف امام ابو عبد اللہ محمد بن فرج
المالکی المعروف بابن الطلاع الاندلسی، تحقیق و حاشی: ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمن
الاعظمی (مدینہ یونیورسٹی)

(۴) اردو مخطوطات کی کیلاگ سازی اور معیار بندی
تالیف: ڈاکٹر نسیم فاطمہ

(۵) مخطوطات کتب خانہ ہمدرد (جلد اول) طبی علوم

مرتب: فض اللہ فاروقی، طبع اول: ۱۹۸۱ء

کتب خانے کی تحریری خدمات: ایک اہم کتاب: کراچی کے
عوامی کتب خانے۔

کتب کے تحائف کی تقسیم: اس کتب خانے کے دامن سے
سینکڑوں نہ ہی تو درجنوں اہل علم حضرات کو بطور تحفہ مختلف عنوانات پر
ستائیں دی جا چکی ہیں۔

فوٹو کاپی کی سہولت: محققین کی طلب پر بعض کتب یا بعض حصہ فوٹو
کاپی بھی کرا دی جاتی ہے۔

اجراء کتب: جان بچان کی بنیاد پر مطالعہ کیلئے کتاب جاری کی جاتی
ہے۔

ڈاک کا پتہ: عبدالرحمن دارالکتب کراچی، پوسٹ بکس
نمبر ۷۱۸۳، کراچی

برائے رابطہ: 0333-2220834

سمتا ہوں کی پاداش میں، ان سمتا ہوں کا ارتکاب کرنے والوں کو کئی انواع
کی سزا کے مناظر دکھائے گئے، اس پورے سفر کی روداد بھی آپ ﷺ
نے بیان فرمائی۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ نبی کا خواب وحی ہوتا ہے۔

اسی طرح سنن ابی داؤد میں روایت موجود ہے جس میں ایک
صحابی نے اپنے ایک علمید کو اپنے ایک جنگی سفر کی مکمل روداد سنائی،
اسی طرح ہر دور کے متعدد علماء نے بھی اپنے کئی سفر نامے ترتیب دیے
اور شائع کرائے۔

زیر تبصرہ ”سفر نامہ پنجاب“ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جسے
محترم شیخ محمد ریوسٹ نعیم رحمہ اللہ نے ترتیب دیا ہے۔

محترم محمد ریوسٹ نعیم رحمہ اللہ کئی ایک کتب کے مولف ہیں، جیسے (۱) خیر
القرنوں قرنی (۲) کراچی کے عوامی کتب خانے (۳) اہل علم کے مخطوطات
اسی طرح آپ کئی اہم ترین کتب کے مترجم بھی ہیں مثلاً: (۱) محمد رسول
اللہ ﷺ کی حکمت بھری شادیاں (۲) اسلام اور فنی مکاتب فکر وغیرہ

”سفر نامہ پنجاب“ میں آپ نے اپنے اس سفر کا تذکرہ فرمایا ہے
جو آپ نے اپنے صاحب زادہ عبد اللہ کے ساتھ دسمبر ۲۰۰۷ء کے آخر
میں پنجاب کے مختلف شہروں کا کیا تھا، سفر نامہ میں سفر کے حوالے سے کئی
اہم ترین مفید مشورے بھی شامل ہیں، خصوصاً سفر میں چھوٹے معصوم
بچوں کو نبھانے کے حوالے سے اہم ہدایات بھی، جبکہ مولف رحمہ اللہ نے
جہاں جہاں ضرورت محسوس کی ہے سفر کے حوالے سے شرعی رہنمائی بھی
فرمادی ہے، اور جس جس شہر کا سفر کیا ہے اس کی تاریخی حیثیت بھی
بڑے عمدہ اسلوب کے ساتھ تحریر فرمادی ہے جبکہ دوران سفر پیش آنے
والے مکروہ و نا پسندیدہ امور کا تذکرہ بھی کیا ہے اور ان سے نمٹنے کیلئے
اپنے قیمتی تاثرات بھی بیان فرماتے ہیں، دیگر سفر ناموں کی طرح محمولہ
بالا سفر نامہ سے بھی کئی اسباق و دورس ملتے ہیں لہذا اس کا مطالعہ بڑا
مفید رہے گا، وہ احباب جو مختلف شخصیات، مقامات کے اخبار و احوال
جاننے کے شائق ہیں ان کیلئے یہ سفر نامہ ان شاء اللہ بڑی دلچسپی کا باعث
ہوگا۔





اخبار الجمعۃ

حافظ عبدالرزاق سلفی، حافظ امام الدین سلفی حافظ زبیر علی سلفی نے کی۔ جبکہ یہ کانفرنس نور الدین جمالی، علی گل جمالی، نسیم جمالی، عبدالفتاح جمالی، خیر محمد جمالی، احمد رضا جمالی، ارشد علی جمالی کی کوششوں سے منعقد ہوئی۔ اسٹیج سیکریٹری مولانا نبوت خان جمالی تھے۔

(المرسل: جمیل احمد جمالی)

25 جنوری 2015ء بروز اتوار بعد نماز ظہر گوٹھ جام ڈاہری میں ایک تبلیغی و تربیتی پروگرام منعقد ہوا، حافظ صہیب کنہر اور ساگر ڈاہری نے تلاوت کی، حافظ بشیر جمالی اور پروفیسر محمد جمیل کنہر کا خطاب ہوا۔

(المرسل: محمد ہاشم نمبرانی)

جمعیت اہل حدیث سندھ ضلع بدین

7 فروری 2015ء بروز ہفتہ بعد نماز مغرب جمعیتانہ نزد گلز کالج مالتی میں سیرت النبی ﷺ کانفرنس ہوئی فضیلۃ الشیخ محمد ابراہیم بھٹی ﷺ اور ڈاکٹر عبداللطیف سکول ﷺ کا خطاب ہوا۔

20 فروری 2015ء بروز جمعہ، الشیخ محمد داؤد شاہ صاحب نے جامعہ جامع مسجد دار السلام اہل حدیث گولارچی شہر میں ارشاد فرمایا۔

جمعیت اہل حدیث سندھ ضلع تحصیل سندھری

6 فروری 2015ء جامع مسجد مالک بن مسعود سامارو موری میں حافظ عبدالوہاب امام و خطیب جامع مسجد ابو حریہ، نیاباد لیاری کراچی نے خطبہ جمعہ دیا۔ (وطن نیوز سروس)

جمعیت اہل حدیث سندھ ضلع قھر پارک

29 مئی 2015ء تا 7 جون 2015ء جامعہ بدین العلوم مٹی میں دورہ تجوید القرآن منعقد ہوگا، ان شاء اللہ جس میں جماعت کے معروف قاری الاستاذ محمد ابوبکر السندوی ﷺ دورہ کرائیں گے۔ افتتاحی تقریب میں الشیخ محمد داؤد شاہ صاحب اور افتتاحی تقریب میں فضیلۃ الشیخ عبداللہ

جمعیت اہل حدیث سندھ ضلع کراچی

24 جنوری 2015ء باب الاسلام مسجدی ون ایریا کی طرف سے مصطفیٰ چوک پر پہلی سالانہ سیرت النبی ﷺ کانفرنس منعقد ہوئی، شیخ محمد داؤد شاہ صاحب نے فضیلت درود و سلام، فضیلۃ الشیخ محمد ابراہیم بھٹی نے حرمت رسول ﷺ، قاری محمد ابراہیم جونا گڑھی نے شان رسالت (ﷺ) اور فضیلۃ الشیخ علامہ عبداللہ ناصر رحمانی نے محبت رسول ﷺ اور اس کے تقاضے، کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

26 جنوری 2015ء صراطِ مستقیم مسجد میں بعد نماز مغرب فضیلۃ الشیخ ارشاد الحق اثری ﷺ نے ”اتباع سنت“ کے موضوع پر درس ارشاد فرمایا۔

31 جنوری 2015ء بروز ہفتہ سالانہ امتحان (فترہ اولیٰ) کی تعطیلات کے بعد المعہد السلفی میں تعلیم کا آغاز ہو گیا، افتتاحی تقریب میں شیخ محمد داؤد شاہ صاحب مدیر المعہد نے طلبہ کو خوش آمدید کہا اس موقع پر دیگر اساتذہ بھی موجود تھے۔

14 فروری 2015ء بروز اتوار الشیخ ذوالفقار علی طاہر صاحب مدیر مجلہ دعوت اہل حدیث و مینٹر استاد المعہد السلفی، عمرہ کی ادائیگی کیلئے سعودی عرب روانہ ہو گئے۔

22 فروری 2015ء بروز اتوار بعد نماز ظہر فضیلۃ الشیخ علامہ محمد ابراہیم بھٹی اور شیخ محمد داؤد شاہ صاحب نے جامعہ رحمانیہ و جامعہ مسجد رحمان غنی گلشن معمار کراچی میں حرمت رسول ﷺ کانفرنس سے خطاب فرمایا۔

جمعیت اہل حدیث سندھ ضلع مٹیاری

17 جنوری 2015ء بروز ہفتہ بعد نماز مغرب گوٹھ دھکا نو جمالی میں عظمت قرآن کانفرنس ہوئی جس میں ادیب سندھ پروفیسر محمد جمیل کنہر، مولانا محمد اعظم لاٹھر، حافظ بشیر جمالی، مولانا عبدالرزاق دل، مولانا زاہد کوریجو، حافظ علی احمد جمالی کے خطابات ہوئے جبکہ تلاوت کلام پاک

مصنف کتب کثیرہ، مورخ اہل حدیث مولانا محمد اسحق بھٹی رحمہ اللہ ان دنوں طیل میں۔ (ہفت روزہ الاعتصام جلد ۶ شماره ۳، صفحہ ۲۲)

	دعاء مغفرت	
--	------------	--

27 جنوری 2015ء بروز منگل میرپور خاص کے جماعتی ریاض بھائی فوت ہو گئے۔ (غلام حسین شر)

28 جنوری 2015ء بروز بدھ مٹیاری کے جماعتی مولانا بخش ٹھکیرا کی اہلیہ اور عبد النعیم سلفی کی والدہ وفات پانگین ان کی نماز جنازہ بعد نماز عصر مولانا سید ابوالحمید شاہ نے پڑھائی۔ (ہاشم قمرانی)

29 جنوری 2015ء بروز جمعرات ڈیپلو شہر کے جماعتی عبدالماجد اور ڈاکٹر زاہد لنگھو بھائی مسعود وفات پانگین ان کی نماز جنازہ مولانا عبدالستار دراہوں نے پڑھائی۔ (مرسل: مولانا عبدالہادی جونجی)

7 فروری 2015ء بروز ہفتہ کوٹھ محمد الیاس شر تحصیل کھرو کے رہائشی غلام نبی شر کے جواں سال بیٹے نعیم دل کا دورہ پڑنے سے وفات پانگین۔ (مرسل: سندھوی نیوز سروس)

8 فروری 2015ء بروز اتوار فضیلۃ الشیخ محمد ابراہیم بھٹی، شیخ ضیاء الحق بھٹی کی پھوپھی انتقال کر گئیں۔

راحت پانے والا یا راحت دینے والا

ابو قتادہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے ایک جنازے کا گزر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: راحت پانے والا ہے یا راحت دینے والا ہے۔ صحابہ کرام نے پوچھا: راحت پانے والے اور راحت دینے والے سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بندہ مومن جب مرجاتا ہے تو دنیا کی تکلیفوں اور اذیتوں سے نجات پا کر اللہ تعالیٰ کی رحمت میں راحت پاتا ہے بندہ فاسق جب مرجاتا ہے تو لوگوں کو، بستیوں کو، درختوں کو اور جانوروں کو اس سے راحت ہوتی ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب سكرات الموت)

ناصر رحمانی رحمہ اللہ کا خطاب ہو گا۔ (المرسل: محمد ابراہیم ماہڑ)

	جمعیت اہل حدیث خلع ٹھٹھہ	
--	--------------------------	--

12 فروری 2015ء بروز جمعرات بعد نماز مغرب جامع مسجد اہل حدیث دھانچہ میں الشیخ محمد داؤد شاہ صاحب نے درس قرآن و حدیث دیا۔

	جمعیت اہل حدیث خلع جامشورو	
--	----------------------------	--

14 فروری 2015ء بروز ہفتہ بعد نماز مغرب مہراں سوسائٹی نزد جامشورو بس اسٹاپ، سپر ہائے وے حیدر آباد میں شیخ محمد داؤد شاہ صاحب نے درس قرآن و حدیث ارشاد فرمایا۔

20 فروری 2015ء بروز جمعہ بعد نماز مغرب تاعشاء، جامع مسجد امیر حمزہ لطیف آباد نمبر ۵ میں الشیخ حافظ محمد سلیم اور شیخ محمد داؤد شاہ نے درس ارشاد فرمائے۔

	جمعیت اہل حدیث خلع لاڈکانہ	
--	----------------------------	--

21 فروری 2015ء بروز ہفتہ الشیخ عبدالغفار مازم صاحب، آف کراچی، نے مرکزی جامع مسجد اہل حدیث لاڈکانہ میں خطاب فرمایا۔

14 مارچ 2015ء بروز ہفتہ لاڈکانہ شہر میں سالانہ کانفرنس ہوگی جس میں درج ذیل علماء خطاب فرمائیں گے: فضیلۃ الشیخ علامہ عبداللہ ناصر رحمانی، فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالرحمن حمیہ آف لودھراں، پروفیسر عبدالقیوم بلالانی، جناب بشیر احمد جمالی۔

	جمعیت اہل حدیث خلع سکھر	
--	-------------------------	--

15 مارچ 2015ء بروز اتوار بعد نماز مغرب، مرکز اہل حدیث مدرسہ محمد بن قاسم، سکھربانی پاس، میں سالانہ کانفرنس ہوگی، فضیلۃ الشیخ علامہ عبداللہ ناصر رحمانی، شیخ محمد داؤد شاہ، قاری عبدالرحیم کلیم، حاجی اعظم لائبر حفظہم اللہ خطاب فرمائیں گے۔

	دعاء صحت کی اہل	
--	-----------------	--

حافظ عمران سلفی جموں، فاضل المعبد السلفی کے والد کو فاج کا ٹیکہ ہوا ہے اور بڑے بھائی کاہر نیا کا آپریشن ہوا ہے۔

ابومعاویہ فتح محمد مگھو نو کے صاحبزادے کا روڈ ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔ مولانا صفی اللہ جوگی خیرپوری ٹانگ میں فریکچر ہو گیا ہے۔

